وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

وفاق المدارس

ملتان

جلد نمبر 22　　شمارہ نمبر 7　　رجب المرجب 1446ھ　　فروری 2025ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 27-6514526-6514525-061 فیکس نمبر 6539485-061
Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان
شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

مدارس رجسٹریشن کا تاریخی پس منظر اور مدارس کی بنیادی روح	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۳
اتحاد تنظیمات مدارس کی مشترکہ پریس کانفرنس	ادارہ	۲۲
سوسائیٹی ایکٹ کے تحت ہی رجسٹریشن کیوں؟	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۲۸
دینی مدارس کی خدمات کیا ہیں؟	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۳۳
مدارس رجسٹریشن ایکٹ کے مندرجات	ادارہ	۴۱
اکابر وفاق کے تہنیتی پیغام	ادارہ	۴۲
مدارس دینیہ کے لیے تاریخی دن	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	۴۴
مدارس ایکٹ: چند ضروری باتیں	مولانا عبدالقدوس محمدی	۴۶
مدارس رجسٹریشن ایکٹ اور آرڈیننس	ڈاکٹر محمد مشتاق	۴۹
خدمات مدارس دینیہ کانفرنس لیہ	جناب عبدالرؤف نفیسی	۵۱
اجلاس اتحاد تنظیمات مدارس: خیبر پختونخوا	مفتی سراج الحسن	۶۰
دینی مدارس اور عربی وانگریزی	عرفان ندیم	۶۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر۔ سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر۔ ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر۔

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 540 روپے

مدارس رجسٹریشن کا تاریخی پس منظر اور مدارس کی بنیادی روح

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ضبط وترتیب: مولانا راشد حسین صاحب

فاضل و متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۲۰۲۴ء، بروز بدھ جامعہ دارُالعلوم کراچی کے طلبہ سے ماہانہ مجلس کی ترتیب سے خصوصی خطاب فرمایا، جس میں حضرت والا مدظلہم نے دینی مدارس کی تاریخ، دینی علوم کے تحفظ کیلئے اکابر علمائے دیوبند کی کاوشیں، مدارس رجسٹریشن کا تاریخی پس منظر اور رجسٹریشن سے متعلق ہونے والی کوششیں، سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہونے کا مطلب، اور وزارتِ تعلیم میں رجسٹرڈ ہونے کا فرق، اور اس طرح کے دیگر موضوعات پر بصیرت افروز گفتگو فرمائی، نیز دینی مدارس کی تعلیم کا مقصد اور دینی مدارس کی نظریاتی روح پر جامع گفتگو فرمانے کے ساتھ ساتھ طلبہ کو اہتمام سے اپنی تعلیم پر توجہ دینے، ذکر اللہ اور رجوع الی اللہ کی طرف بھی متوجہ کیا۔ یہ خطاب - جو ایک گھنٹے سے زائد وقت پر مشتمل ہے- دینی مدارس کیلئے پالیسی ساز خطاب کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے مدارس سے وابستہ ہر طالب علم، ہر استاد، اور ہر صاحبِ فکر ونظر کے فائدے کیلئے نظرِ ثانی کے بعد شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ سیدنا و حبیبنا و مولانا محمد خاتم النبیین و امام المرسلین وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین، وعلی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین، اما بعد!

حضراتِ اساتذۂ کرام اور میرے طالب علم ساتھیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے افسوس ہے کہ اس سال آپ حضرات سے افتتاحی اجلاس کے بعد اجتماعی طور پر بات کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ اس کی ایک وجہ تو میری مصروفیات ہیں، اور دوسرے یہ کہ جب کبھی خیال آتا تھا تو امتحان قریب ہوتا تھا، لہٰذا یہ

سوچ کر کہ آپ حضرات امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے، اس معاملے کو مؤخر کیا جاتا رہا۔ لیکن اس وقت ایک فوری ضرورت بھی پیش آگئی، اور وہ یہ کہ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ مدارس کی رجسٹریشن کے سلسلے میں ایک بحث پورے ملک میں چل رہی ہے کہ مدارس کو سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹر کیا جائے یا وزارتِ تعلیم کے تحت؟ اس سلسلے میں ہمیں کافی تگ و دو بھی کرنی پڑی، اور اسی سلسلے میں میں کل اور پرسوں میرا اسلام آباد بھی جانا ہوا۔ بہت سے حضرات اس بات کے خواہش مند تھے، اور میرے کچھ عزیز طلبہ نے بھی یہ خواہش ظاہر کی کہ اس سلسلے میں ہمیں بھی صورتحال سے باخبر کیا جائے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اس موقع پر اس معاملے کی صحیح حقیقت آپ حضرات کو بتائی جائے، اور اب تک جو کارروائی ہوئی ہے، اس کا خلاصہ آپ حضرات کے سامنے پیش کیا جائے۔

عالمِ اسلام پر مغربی طاقتوں کے تسلّط سے پہلے کا نظامِ تعلیم:

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے موجودہ مدارس کی حیثیت کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ انگریز کے آنے سے پہلے پورے عالمِ اسلام میں ایک ہی نظامِ تعلیم رائج تھا، اس میں دینی اور دنیاوی علوم کی کوئی تفریق نہیں تھی، بلکہ ایک ہی نظامِ تعلیم کے تحت مفسّر بھی پیدا ہوتے تھے، محدّث بھی، فقیہ بھی، ریاضی دان بھی، فلسفی بھی اور سائنس دان بھی پیدا ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے علمِ ریاضی اور علمِ طب کی جو عظیم خدمت کی ہے، اسے آج بھی دنیا مانتی ہے۔ یہ خدمات انجام دینے والوں میں بہت سے حضرات وہ ہیں جو ایک طرف محدّث بھی تھے، فقیہ بھی تھے، اور ساتھ ہی طبیب بھی تھے، سائنسدان بھی تھے، اور فلسفی بھی تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتابیں ہم پڑھتے ہیں، جن کی تفسیر جلالین ہمارے نصاب میں شامل ہے، ان کی کتابیں دوسرے دنیاوی علوم پر بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ جو مالکی فقیہ ہیں اور فقہ مالکی کا بہت بڑا مرجع ہیں، وہ ایک طرف فقیہ تھے اور دوسری طرف بہت بڑے فلسفی بھی تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ بھی تھے، فقہ کے موضوع پر ان کی تفصیلی کتاب کئی جلدوں میں ''الوسیط'' کے نام سے موجود ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے، آپ جانتے ہیں کہ وہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فلسفی بھی تھے۔ چنانچہ پہلے دین و دنیا کی تفریق کے بغیر علوم اس طرح پڑھائے جاتے تھے کہ دین کا بنیادی علم سب کو حاصل ہوتا تھا، پھر ہر ایک کسی اختصاص کا بھی حامل ہوجاتا تھا، چنانچہ ایک طرف کوئی ریاضی دان ہے، سائنسدان ہے، طبیب ہے، تو وہ مسلمان ریاضی دان ہوتا، مسلمان سائنسدان ہوتا، اور مسلمان طبیب ہوتا، یعنی دین اس کے اندر رچا بسا ہوتا، اور ساتھ ہی وہ متعلقہ علوم میں بھی ماہر ہوتا تھا۔

برصغیر میں مغربی نظامِ تعلیم کا غلبہ اور دینی علوم کے تحفظ کی تحریک:

یہ سلسلہ اس وقت تک چلا آتا تھا جب تک کہ عالمِ اسلام پر مغربی طاقتوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی، لیکن جب ہمارے برصغیر پر انگریز آیا یا مغربی طاقتیں آئیں، اور ان سے پہلے یہاں پر ڈچ حکومتیں بھی رہیں، فرانسیسی حکومتیں بھی رہیں، اور دوسرے عرب ممالک میں زیادہ تر فرانس کا غلبہ رہا، تو جب مغربی طاقتیں سیاست پر غالب آئیں تو انہوں نے ہمارے نظامِ تعلیم کو بالکل تبدیل کر کے اس کو ایک لادینی نظام بنا دیا جس میں دین کا کوئی تصوّر نہیں تھا۔ یہی ہر جگہ ہوا ہے، اور خاص طور پر برصغیر میں ایسے کالج اور یونیورسٹیاں قائم کر دی گئیں جن میں دین کے علوم کی کوئی پرچھائیں نہیں تھیں، بس نام کی اسلامیات پڑھادی جاتی تھی جس میں طالب علم کو نہ یہ پتہ ہوتا تھا کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے؟ نماز کے کیا احکام ہوتے ہیں اور طہارت کے کیا احکام ہوتے ہیں؟ نہ روزے اور حج وزکوۃ کے احکام کا کچھ پتہ ہوتا تھا، ایسی یونیورسٹیاں انہوں نے قائم کردیں۔

ان یونیورسٹیوں کے قائم کرنے کے بعد ہمارے اکابر علماء؛ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو انگریز کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ انگریز کے خلاف جہاد کیا اور اس جہاد میں ایک حصے پر فتح بھی پالی اور وہاں ان کی حکومت بھی قائم ہوئی۔ کیرانے میں ان کی حکومت کا ایک مرکز قائم ہوا اور وہاں یہ نعرہ بلند ہوتا تھا کہ: ''نام اللہ کا اور حکم رحمت اللہ کا۔'' یعنی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا۔ اور اسی میں شاملی کے محاذ کے پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ شرکت کی اور ان کا ایک توپخانہ بھی قبضے میں لے لیا اور جہاد کا سلسلہ شروع کیا، لیکن مقدرات ہیں کہ وہ جہاد اس معنیٰ میں کامیاب نہ ہو پایا کہ اس جہاد کے نتیجے میں مکمل فتح نصیب نہ ہوئی، اور انگریز نے سخت تشدّد کر کے اس تحریک کو دبا دیا۔

جب تحریک دب گئی تو اس وقت ہمارے ان حضرات نے یہ محسوس فرمایا کہ اب اس وقت جہاد کے ذریعے اور تلوار کے ذریعے انگریز کو فتح کرنا مشکل ہے، لیکن اس نے جو نظامِ تعلیم جاری کر دیا ہے، اس نظامِ تعلیم کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے قرآن وسنت کے علوم ختم ہو جائیں، اور کوئی قرآن پڑھنے والا، حدیث جاننے والا اور فقہی مسائل بتانے والا باقی نہ رہے۔ اس خطرے کے پیشِ نظر انہوں نے کہا کہ ہم کسی طرح کم از کم اپنے قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم کو محفوظ کرلیں، چنانچہ اس غرض کے لیے دارُ العلوم دیوبند قائم ہوا۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد:

دارُالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد یہ تھا کہ غیر ملکی اور غیر مسلم طاقتوں کے اس منصوبے کے سامنے بند باندھا جائے کہ مسلمانوں کے دلوں سے قرآن وحدیث کو کھرچ دیا جائے، اور ان کے لیے ایسے ادارے قائم کر دیے جائیں جہاں پر یہ دنیا کی تعلیم حاصل کر کے اسی میں مست ہو جائیں گے، اسی میں کھائیں کمائیں اور اسی کے اندر برتری حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، اور اس طرح وہ ذہنی طور پر ہمارے غلام ہو کر زندگی گزاریں۔ دیوبند کی یہ تحریک درحقیقت اسی کام کے لیے تھی کہ مسلمانوں کے تشخص اور اپنے قرآن وسنت کے علوم کو صحیح شکل میں محفوظ رکھنے کے لیے ایک ادارہ قائم کیا جائے، اور ایسے لوگ پیدا کیے جائیں جو قرآن وسنت کے علوم میں ماہر ہوں، لوگوں کو صحیح دینی رہنمائی فراہم کر سکیں، کوئی مسئلہ پوچھے تو اسے وہ مسئلہ بتا سکیں اور کوئی دینی رہنمائی حاصل کرنا چاہے تو ان سے رہنمائی حاصل کر لے۔ یہ تھا مقصود درحقیقت دارالعلوم دیوبند کا۔

پاکستان میں دینی مدارس کا قیام:

جب پاکستان بنا تو پاکستان بننے کے بعد ہمارے حضرت والدِ ماجد مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ- بانیٔ جامعہ دارُالعلوم کراچی- نے ایک تقریر میں یہ بات فرمائی کہ پاکستان بننے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم واپس اس جگہ پر پہنچ جاتے جو ہمارے اسلاف کا اصلی طریقہ تھا کہ ایک ایسا نظامِ تعلیم ہو جس میں ہر علم وفن کی تعلیم دی جائے اور اس میں دین بھی رچا بسا ہو اور کچھ قرآن وحدیث کے علوم کے اندر اختصاص رکھنے والے بھی پیدا کیے جائیں، جس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک خاص حد تک سب لوگ ایک جیسی تعلیم حاصل کریں، اس کے بعد جو شخص ڈاکٹر بننا چاہتا ہے وہ ڈاکٹر بن جائے، جو انجینئر بننا چاہتا ہے وہ انجینئر بن جائے، جو عالم اور مفتی بننا چاہتا ہو وہ عالم و مفتی بن جائے، لیکن سب دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔

حضرت والد صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ہم نے شروع میں اس کی کوشش کی کہ کسی طرح ایسا نظامِ تعلیم ملک میں جاری ہو جائے، لیکن چونکہ جو اربابِ حکومت تھے وہ اسی نظامِ تعلیم سے نکل کر آئے تھے جو علی گڑھ کا نظامِ تعلیم تھا اور جو انگریز نے قائم کیا تھا، لہذا ان کے ذہن اس کو قبول کرنے کے لیے پوری طرح تیار نہیں تھے۔ جب ہم نے یہ دیکھا کہ ابھی ذہن اس کے لیے تیار نہیں ہیں اور پاکستان میں صحیح اسلامی نظام اور صحیح نظامِ تعلیم قائم کرنے کے لیے ہمیں بڑی طویل جدوجہد کرنی پڑے گی، تو ایسا نہ ہو کہ اس طویل جدوجہد میں ہماری قرآن وسنت کے علوم کی یہ گٹھڑی ضائع ہو جائے، لہذا یہ سوچ کر یہاں مدارس قائم کیے گئے، اور تب حضرت والد صاحب قدس سرہٗ

نے یہ دارُالعلوم ۱۹۵۱ء میں قائم کیا۔ اس سے پہلے کوشش یہ رہی کہ ملک میں شاید کوئی ایسا نظام بن جائے کہ جس کے نتیجے میں ہم یکساں نظامِ تعلیم قائم کرسکیں، لیکن جب نہیں کرسکے تو پھر وہی طریقہ اپنانا پڑا جو دارالعلوم دیوبند کا تھا۔ اسی غرض کیلئے یہ دارالعلوم ۱۹۵۱ء میں میں نانکواڑے میں قائم ہوا، اور اس کے بعد پھر الحمدللہ سارے ملک میں مدارس قائم ہوتے چلے گئے۔

مدرسے کا بنیادی مقصد اور ایک بے جا اعتراض:

اس پس منظر میں آپ دیکھیے کہ ان مدارس کا بنیادی مقصد کیا ہے؟ دین کو اور دین کے علوم کو اپنی صحیح شکل و صورت میں باقی رکھنا، اس کی حفاظت کرنا، اور ایسے لوگ تیار کرنا جو قرآن وحدیث کے علوم کے حامل ہوں، یہ ہے بنیادی مقصد۔

یہ بات بہت سے لوگوں کے حلق سے نہیں اترتی، اور اس کی بنا پر وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اتنا بڑا ادارُالعلوم قائم کررکھا ہے، مگر اس سے نہ کوئی ڈاکٹر نکلتا ہے نہ کوئی انجینئر نکلتا ہے، نہ کوئی قانون دان نکلتا ہے اور نہ اس سے کوئی سائنسدان نکلتا ہے۔ گویا ان کی نظر میں یہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ حالانکہ جو ڈاکٹر بنتا ہے، دنیا میں کوئی شخص اس سے یہ نہیں کہتا تم قانون دان کیوں نہیں ہو؟ جو قانون دان ہے، وکیل ہے اس سے کوئی نہیں کہتا تم ڈاکٹر کیوں نہیں ہو؟ کوئی انجینئر ہے تو اس سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تم حساب میں کیوں ماہر نہیں ہو؟ ریاضی دان کیوں نہیں ہو؟ اللہ تعالی نے اختصاص کے مختلف شعبے رکھے ہیں اور ان مختلف شعبوں میں لوگ علم حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح دارالعلوم یا مدرسے علومِ دین کا اختصاص پیدا کرنے والے لوگ پیدا کرنے کے لیے بنے ہوئے ہیں، ان سے اگر کوئی انجینئر یا ڈاکٹر نہیں نکلتا تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ یہ ایسا ہی جیسے کوئی پوچھے کہ اس میڈیکل کالج سے انجینئر کیوں نہیں پیدا ہو رہے یا قانون دان کیوں نہیں پیدا ہو رہے؟ ارے بھائی وہ کالج ایک خاص مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے، اسی طریقے سے یہ مدرسہ بھی کسی خاص مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے اور وہ خاص مقصد یہ ہے کہ قرآن وسنت کے اور دین کے علوم کو مضبوطی سے قائم محفوظ رکھا جائے۔

اسلامی دنیا میں مدارس سے یونیورسٹیوں تک کا سفر اور اس کے نتائج:

مدرسے کا اصل مطمحِ نظر یہ ہے کہ قرآن وسنت کا صحیح علم رکھنے والے لوگ تیار کیے جائیں، اور جب قرآن وسنت کا صحیح علم رکھنے والے موجود ہوں گے، اور صرف علم ہی نہیں بلکہ علم کے ساتھ اس علم پر عمل کرنے کا جذبہ رکھنے والے

ہوں گے، تو ان شاء اللہ یہ کبھی کلمۂ حق سے باز نہیں رہیں گے، اور اس طرح دین کا تحفظ ہوتا رہے گا۔

میں سارا عالم اسلام دیکھ کر آیا ہوں کہ جہاں یہ مدرسے- جیسے ہمارا اور آپ کا مدرسہ ہے-ختم ہوگئے، اور ان کی جگہ یونیورسٹیاں بن گئیں، ان میں کلیۃ الشریعہ ہوگیا، کلیۃ اصول الدین ہوگیا، عام یونیورسٹی کے مزاج کے مطابق اس قسم کے کلیات قائم ہوگئے تو اس کے نتیجے میں ہوا یہ کہ ایک تو- اللہ بچائے- مدارس کے اندر اتباع سنت کی جو ذہن سازی کی جاتی ہے، وہ تقریباً مفقود ہوگئی۔ اور ایک صحیح مسلمان کی شکل وصورت، اس کا حلیہ، اس کا لباس، اور اس کی زبان، یہ رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی گئی۔ اگرچہ وہاں بھی علماء ہیں لیکن وہ درد دل رکھنے والے جیسے دارالعلوم دیوبند کے اور ہمارے مدارس کے تھے، بہت کم ہیں۔ الحمدللہ نایاب نہیں ہیں، اللہ تعالی کے فضل وکرم سے وہاں پر بھی ایسے علماء موجود ہیں، لیکن ان کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے، اور کلمۂ حق کہنا ان کے لیے مشکل ہوگیا ہے۔

آپ جا کے دیکھیں، بہت سے ممالک ہیں جہاں جمعہ کے خطبے باقاعدہ حکومت کی طرف سے لکھے ہوئے آتے ہیں کہ بس یہ خطبہ آپ کو دینا ہے۔ میں ایک مرتبہ ایسے مسلمان ملک میں گیا جس کی بھاری اکثریت تقریباً ۹۰ فیصد سے زیادہ مسلمان ہے، اتفاق سے جمعہ کا دن تھا تو وہاں جا کر ایک مسجد میں جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ امام صاحب تشریف لائے خطبہ دیا، تو خطبے میں اوّل سے لے کر اخر تک، پہلے خطبے اور دوسرے خطبے؛ دونوں میں ایک ہی موضوع تھا، اور وہ بادشاہِ وقت، صدرِ مملکت کی تعریف وتوصیف اور اس کے کارناموں کا بیان، اس کے علاوہ اس میں کوئی لفظ نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ خطبہ سرکاری طور پر دیا گیا ہے کہ یہ پڑھنا ہے، اس طرح کی نظیریں سارے عالم اسلام کے اندر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں، لیکن الحمدللہ برصغیر میں ہمارے ان اکابر علماء کی بدولت یہ فضا نہیں ہے کہ کچھ بھی ہوتا رہے اور ہم گونگے شیطان بن کے بیٹھے رہیں۔ الحمدللہ یہاں کلمۂ حق کہنے والے موجود ہیں، اور وہ کیوں موجود ہیں؟ ان مدارس کی وجہ سے، مدارس کی تعلیم کی وجہ سے، مدارس کی تربیت کی وجہ سے۔ الحمدللہ یہاں پر ایسا نہیں ہوسکتا کہ منکرات کے اوپر نکیر نہ ہو۔

مدارس کی روح، مدارس کا مزاج اور ان کو برقرار رکھنے کی صورت:

ہمارا اصول یہ ہے کہ ہمارا عملی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کون سی حکومت آرہی ہے؟ کون سی جارہی ہے؟ ہمیں اس سے غرض نہیں، اگر اچھا کام کرے گی تو ہم اس کے ساتھ ہیں، اگر کوئی بُرا کام کرے گی تو ہم علی الاعلان اس کو غلط کہیں گے۔ ہماری کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے، نہ حکومت سے، نہ اپوزیشن سے، نہ کسی اور پارٹی سے، کسی سے ضد نہیں ہے۔ ہم دین کے طالب علم ہیں اور دین کے طالب علم ہونے کے ناطے جو حق ہے اس کو حق کہیں گے

اور جو باطل ہے اس کو باطل کہیں گے۔ یہ مزاج ہے مدارس کا، اور اس مزاج کو کس طرح برقرار رکھا جائے؟ اس مزاج کو برقرار رکھنے کی واحد صورت وہ ہے جو ہمارے اکابر نے دارالعلوم دیوبند میں اختیار کی اور اس کے بعد پھر پاکستان میں بھی اختیار کی گئی، اور وہ یہ کہ:

ہمیں حکومت سے کوئی امداد نہیں لینی، حکومت سے ایک پیسہ نہیں لینا۔ جب کوئی آدمی پیسہ لے لیتا ہے۔ تو پھر وہ پیسہ دینے والے کا احسان مند ہو جاتا ہے، اور اس کے ساتھ بات کرنے میں جھجکتا ہے۔ سوچتا ہے کہ یہاں سے تو پیسے آتے ہیں اگر پیسے بند ہو گئے تو ہم کیا کریں گے؟ لہٰذا ایک تو یہ کہ حکومت سے کوئی پیسہ نہیں لینا۔

اور دوسرے یہ کہ اپنے ادارے کو، اپنے مدرسے کو حکومت کے تسلّط میں نہیں دینا۔ آزاد رکھ کر دین کا کام کرنا ہے۔

یہ ہے ان مدارس کی بنیادی روح، اب فرض کرو کہ اگر یہ مدارس کسی طرح حکومت کے تسلط میں چلے جائیں تو اس سے ان کا جو بنیادی مقصد اور ان کی جو بنیادی روح ہے وہ فنا ہو گئی۔ اگر ہم حکومت کے پیسوں اور حکومت کی مختلف چیزوں کے محتاج ہو گئے تو پھر ہماری حق کی گواہی متاثر ہو گی۔

سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے؟

اب اس بنیادی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سمجھیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے اور وزارت تعلیم کیا ہے؟ جب سے پاکستان قائم ہوا، اس وقت سے بلکہ اس سے بھی پہلے ہندوستان میں بھی، سارے مدارس کو ہمارے اکابر نے سوسائٹیز ایکٹ کے اندر رجسٹرڈ کروایا۔ یہ ایسے ہی الل ٹپ نہیں ہو گیا، بلکہ اس کے پیچھے ایک فکر تھی۔ لیکن اس فکر کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا ہے؟

سوسائٹیز ایکٹ ایک قانون ہے جس میں لوگوں کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ آپ کو کسی بھی مقصد کے لیے کوئی غیر سیاسی ادارہ یا کوئی غیر سیاسی انجمن بنانے کا اختیار حاصل ہے، اس میں تعلیم بھی ہو سکتی ہے، اس میں فنونِ لطیفہ بھی ہو سکتے ہیں، اس میں ادب بھی ہو سکتا ہے، اس میں شاعری بھی ہو سکتی ہے، اس میں۔ اللہ بچائے۔ موسیقی یا آلاتِ موسیقی کی کوئی انجمن بھی ہو سکتی ہے۔ غرض کوئی بھی ایسا غیر سیاسی پرائیویٹ ادارہ جو کسی خاص مقصد کے تحت قائم کیا گیا ہو، سوسائٹیز ایکٹ کے تحت اسے رجسٹر کر لیا جاتا ہے۔ رجسٹر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو تسلیم کر لیا گیا کہ یہ کوئی غیر قانونی چیز نہیں ہے۔ بس اتنا مقصد ہے اس ایکٹ کا۔

اب ہم ہمارے اکابر نے مدارس کو سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کروایا، کیونکہ ظاہر ہے جب مدرسہ ہے تو اسے

اگر غیر قانونی سمجھا جائے تو وہ چلے گا کیسے؟ لہذا اسے کوئی قانونی حیثیت تو دینی ہی پڑے گی، اس کے لیے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کو اختیار کیا گیا کہ ہم اس میں اپنے مدرسے کو رجسٹرڈ کرائیں گے۔ اس سوسائٹیز ایکٹ میں صرف یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی مجلسِ منتظمہ بنالیں اور اس میں اپنے اغراض ومقاصد لکھ دیں کہ ہمارے یہ اغراض ومقاصد ہیں۔ اغراض ومقاصد درج کرنے کے بعد بس اسے وہاں پر رجسٹر کروالیں اور اس کے بعد اب آپ کے جو اغراض ومقاصد ہیں، اس دائرے کے اندر آپ آزاد ہیں کہ جس طرح چاہیں کام کریں، بشرطیکہ کوئی غیر قانونی کام نہ کریں، کوئی چوری نہ کریں اور رشوت نہ دیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس دائرے میں رہتے ہوئے آپ اپنے اعمال میں آزاد ہیں، اور اپنے اغراض ومقاصد کے تحت جو طریقہ اختیار کرنا چاہیں اس کے لیے آپ کو آزادی حاصل ہے۔

افغان جہاد کے بعد سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کی بندش:

تقریباً ۶۰ سال کے قریب یا کچھ کم وبیش عرصے سے سارے مدارس اسی ایکٹ کے تحت رجسٹر ہوتے چلے آ رہے تھے، کہ اچانک ۶۰ سال کے بعد ایک واقعہ پیش آتا ہے اور اس کی وجہ سے دنیا کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس واقعے کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب تک کہیں دیہات میں یا شہروں میں چھوٹے موٹے مدرسے تھے، اور نہ ان کی کوئی بہت بڑی عمارت تھی، نہ ان میں کوئی بہت زیادہ طلبہ کی تعداد ہوتی تھی، اور نہ وہاں کوئی بہت زیادہ انتظامات ہوتے تھے، اس وقت تک یہی سوچا جاتا تھا کہ چلو یہ مولوی ملّا جو کچھ کر رہے ہیں انہیں کرنے دو، یہ اپنے کام میں لگے رہیں۔ لیکن اس کے بعد جب افغانستان کا جہاد پیش آیا تو اس وقت ساری مغربی طاقتوں کے کان کھڑے ہوئے کہ افغانستان کے یہ طالبان ہیں سارے کے سارے کہاں سے آئے ہیں؟ تو پتہ چلا کہ جی یہ تو مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بس پھر انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ مدرسہ تو بڑی خطرناک چیز ہے۔ اقبال نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلا کو ان کے کوہ و دمَن سے نکال دو

مُلا جب تک ہے اس وقت تک ہمارے مقاصد کامیاب نہیں ہو سکتے، لہذا دنیا کے جو کارپرداز ہیں، یہ بات ان کے دماغوں میں بیٹھ گئی اور ان کے دلوں میں آ گیا کہ یہ مُلا خطرناک چیز ہے۔ پہلے ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ مسجد تک محدود ہے، تھوڑا بہت قرآن پڑھا دیا، کوئی حفظ کرا دیا، اور یہ بیچارہ صرف اسی حد تک پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہے، لیکن یہ تو خطرناک مخلوق ہے، یہ پتہ نہیں کب کیا انقلاب برپا کر دے؟ لہذا اس کو کسی طرح باندھو۔ چنانچہ اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت مدارس کی رجسٹریشن بند کر دی گئی۔

رجسٹریشن بند ہونے سے دینی مدارس کی مشکلات میں اضافہ:

میں یہ آپ سے آج سے بیس پچیس سال پہلے کی بات کررہا ہوں کہ رجسٹریشن بند کردی گئی اور کہا گیا کہ اب کوئی مدرسہ رجسٹر نہیں ہوگا۔ رجسٹر نہ ہونے کے معنیٰ یہ کہ اس کا کوئی قانونی وجود نہیں ہے، اور چونکہ قانونی وجود نہیں ہے لہذا بینک میں اکاؤنٹ نہیں کھول سکتے۔ بینک میں اکاؤنٹ تو اس کا کھلے گا جس کا کوئی قانونی وجود ہو۔ اور اس میں کہیں غیر ملکی طلبہ کو ویزہ نہیں دیا جائے گا۔ مدّتِ دراز تک رجسٹریشن کا دروازہ بالکل بند رہا ہے۔] آج کل مشکل یہ ہے کہ آدمی کوئی بات زبان سے نکالے تو ایک لمحے میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے، اس لیے سارے معاملات بہت تفصیل سے میں نہیں بنا سکتا۔] اب ہوا یہ کہ ایک طرف رجسٹریشن بند ہوگئی، اور بنک اکاونٹ نہ کھلنے کی وجہ سے مدارس کو لین دین کے معاملات میں پریشانی ہونے لگی کہ ہر چیز میں کس طرح نقد نقد کام کیا جائے؟ اور لوگ تعاون کیلئے دور سے کس طرح پیسے بھیجیں؟ دوسرا سلسلہ یہ شروع ہوا کہ ہر مدرسے کے پاس ایجنسیاں آرہی ہیں، کبھی کوئی ایجنسی آ کے کہتی ہے کہ نکالو کیا ہے تمہارے پاس؟ کبھی کوئی آ کے کہتی ہے کہ ہمیں یہ معلومات حاصل کرنی ہیں کہ تمہارے پاس کتنے طلبہ اور کتنے اساتذہ ہیں؟ اور تمہارے پاس کتنا پیسہ آتا ہے؟ یہ سب سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔

جو بڑے مدرسے ہیں، ان میں تو الحمدللہ انہیں دخل اندازی کی زیادہ جرأت نہیں ہوتی تھی، لیکن جو بیچارے چھوٹے مدرسے ہیں، یا دوردراز علاقوں میں اور گاؤں دیہات میں واقع ہیں، وہاں پر علاقے کا کوئی تھانیدار پہنچ جاتا اور کہتا کہ تم اپنی ساری معلومات ہمیں فراہم کرو، کہاں سے تمہارے پاس پیسہ آرہا ہے اور کہاں پر خرچ کررہے ہو؟ اس صورتحال سے وہ بیچارے پریشان ہوتے تھے، اور اس پریشانی کی وجہ سے مدارس چاہتے تھے کہ کسی طرح ہماری رجسٹریشن کھلے۔

وزارتِ تعلیم میں رجسٹر ہونے پر آمادگی کا پس منظر:

میں اس وقت تک وفاق المدارس میں کوئی عہدہ نہیں رکھتا تھا، چنانچہ اس وقت پرویز مشرف کے زمانے میں وفاق نے بات کی اور مذاکرات ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ مذاکرات کے بعد سوسائٹی ایکٹ میں ایک دفعہ کا اضافہ کیا گیا جو خالص دینی مدارس کے لیے تھی، اور ان کو جو پریشانی ہورہی تھی وہ اس دفعہ ۲۱ ذریعے دور کی گئی، مثلاً اس میں کہا گیا کہ ہم مدارس میں کوئی عسکری تربیت نہیں دیں گے، فرقہ واریت کو فروغ نہیں دیں گے، اگرچہ ساتھ یہ بھی واضح کردیا گیا کہ علمی طور پر مذاہب کا تقابل کیا جاسکتا ہے، لیکن عوامی سطح پر نفرتیں پھیلانے سے پرہیز کیا جائے گا۔ اس طرح کی دیگر کچھ باتیں لکھ دی گئیں، اور اس پر ہمارے وفاق المدارس کے حضرات اور وفاق کے ساتھ جو

دوسرے وفاق ہیں، وہ بھی اس پر متفق ہو گئے اور اس طرح اکیسویں دفعہ سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ کے اندر شامل ہو گئی۔ باوجود اس کے کہ وہ دفعہ سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ شامل ہوگئی، لیکن پھر بھی رجسٹریشن نہیں کھولی جا رہی تھی، اور جب کوئی مدرسہ جاتا تو کہا جاتا کہ آپ کی رجسٹریشن نہیں ہو سکتی۔

آخرِ کار انتہائی شدید دباؤ کے نتیجے میں یہ کہا گیا کہ اچھا آپ ایسا کرو کہ آپ تو ایک تعلیمی ادارہ ہیں، لہذا اس کو سوسائٹیز ایکٹ کے بجائے وزارتِ تعلیم کے اندر رجسٹر کروائیں۔ مدارس اس پر مجبور ہو گئے، اس لیے کہ وہ نہ کوئی اکاؤنٹ کھول پا رہے تھے، نہ انہیں کوئی سہولت میسر تھی، اور پھر روز آ آ کر سرکاری ادارے انہیں تنگ کرتے تھے، اس لیے اس مصیبت سے نجات پانے کیلئے مدارس نے کہا کہ اچھا بھئی وزارت تعلیم کے تحت رجسٹریشن کے بارے میں بات چیت کر لیتے ہیں۔

وزارتِ تعلیم سے ہونے والی مفاہمتی یادداشت:

چنانچہ وزارت تعلیم کے تحت رجسٹریشن کے حوالے سے حکومت سے بات چیت شروع ہوئی۔ میں اس وقت تک وفاق سے باہر تھا، لیکن اس مرحلے پر وفاق نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی کہ آپ مذاکرات کریں، تو میں ان مذاکرات میں شامل ہوا۔ میری رائے شروع سے یہ نہیں تھی کہ ہم وزارت تعلیم کی طرف جائیں، لیکن چونکہ مدارس ایک مصیبت میں گرفتار تھے، تو میں نے کہا چلو ٹھیک ہے اگر رجسٹریشن کا ڈاکخانہ سوسائٹیز کے بجائے وزارتِ تعلیم ہو جائے، تو اس حد تک بات ہو سکتی ہے۔ اس طرح عرصۂ دراز تک ان کے ساتھ مذاکرات چلتے رہے۔

ان مذاکرات کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ اس مرحلے پر ایک مفاہمتی یادداشت تیار کی گئی، جس کو انگریزی میں MOU یعنی Memorandum of understanding کہتے ہیں۔() ہم مختلف مراحل سے گزر کر وہاں تک پہنچے تھے، جس کا مقصد یہ تھا کہ اس مفاہمتی یادداشت کو تجویز کے طور پر ہم ایک مرتبہ لکھ لیں کہ اگر مدارس وزارتِ تعلیم کے تحت ہوں گے، تو ہم اسی طرح رجسٹر ہو جائیں گے جیسے کہ سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہوتے تھے۔ لیکن ہم نے اس میں باقاعدہ یہ لکھوایا کہ اس پر اس وقت تک عمل نہیں ہوگا جب تک کہ دو کام نہ ہوں:

ایک تو مدارس کے اکاؤنٹ کھلیں۔

اور دوسرے یہ کہ جتنے مدارس اب تک سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹر ہوئے ہیں، ان کی رجسٹریشن وہاں پر برقرار رکھی جائے، تاوقتیکہ نیا نظام نہ آجائے۔

یہ ساری کارروائی وہاں ہوئی اور اس مفاہمتی یادداشت پر بے شک میرے دستخط بھی موجود ہیں۔ اسی میں یہ بھی

طے ہوا تھا کہ اس کی عملی تفصیلات طے کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنے گی اور پھر اس کمیٹی کے اندر اس کی تفصیلات طے کی جائیں گی۔

مفاہمتی یادداشت کے بعد ڈائریکٹریٹ کا قیام اور اس سے پیدا شدہ خدشات:

جونہی اس مفاہمتی یادداشت پر دستخط ہوئے، اسی کے ساتھ حکومت نے یہ کام کیا کہ دس وفاق قائم کر دیے اور یہ کہا کہ اب دینی مدرسوں کے لیے ایک ڈائریکٹریٹ قائم کیا جائے گا۔ اس ڈائریکٹریٹ میں ایک باقاعدہ ڈائریکٹر ہوگا جو فوج کے ایک بڑے افسر تھے، اور پھر ان کے تحت سارے ملک میں اس کے دفاتر ہوں گے۔ اور ایک ارب روپیہ اس کام کے لیے بجٹ میں مختص کیا گیا۔ ہمارے فوراً کان کھڑے ہو گئے کہ وہی اندیشہ جو ہمیں پہلے تھا وہ یہاں پیدا ہو گیا۔ اور یہ دنیا کی تاریخ میں شاید پہلا واقعہ ہوگا کہ حکومت دینی مدارس کے لیے ایک ارب روپیہ دے رہی ہے اور ہم نے اعتراض کیا کہ آپ نے ہمیں کیوں دیا یہ ایک ارب روپیہ؟ یہ دنیا میں شاید واحد ہی مثال ہوگی کہ حکومت کسی کام کے لیے ایک ارب روپیہ روپے کا اعلان کر رہی ہے اور آگے سے کہا جا رہا ہو کہ ہمیں یہ روپیہ کیوں دیا جا رہا ہے؟ ہمیں نہیں چاہیے یہ روپیہ۔ لہٰذا اس کے نتیجے میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مسئلہ صرف رجسٹریشن کا نہیں ہے، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ وزارتِ تعلیم کے اس پورے نظام میں ایک مرتبہ مدرسوں کو داخل کروانا مقصود ہے۔ جب داخل کروا دیا تو پھر وزارتِ تعلیم کے پابند بھی ہوں گے۔

آج بڑے بڑے فراخ دلانہ انداز میں اس میں یہ لکھا جا رہا ہے کہ مدارس خود مختار اور آزاد ہوں گے، لیکن ساتھ ہی اس میں آخر میں ایک جملہ یہ بھی بڑھا دیا گیا ہے کہ وزارتِ تعلیم کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو ہدایات جاری ہوں گی، مدارس ان کے پابند ہوں گے۔ چونکہ حکومت نے خود مفاہمتی یادداشت کی خلاف ورزی کی کہ نہ ہماری رجسٹریشن کھلی، نہ اس رجسٹریشن کو تسلیم کیا گیا، نہ بینک اکاؤنٹ کھلے، نہ غیر ملکی طلباء کے لیے ویزا کی سہولت مہیا کی گئی، تو اس طرح حکومت نے اس مفاہمتی یادداشت کو توڑ دیا۔ تو پھر ہم نے کہا کہ اب ہم وزارتِ تعلیم کے تحت نہیں جائیں گے۔ ہم اپنی اصل یعنی سوسائٹیز ایکٹ کی طرف جائیں گے، اور اسی کے تحت رجسٹریشن ہوگی۔

سوسائٹیز ایکٹ اور وزارتِ تعلیم میں رجسٹر ہونے کا فرق:

اب سوسائٹیز ایکٹ اور وزارتِ تعلیم میں رجسٹر ہونے کا فرق سمجھیے۔ سوسائٹیز ایکٹ میں جو بھی ادارہ رجسٹر ہو، وہ اپنے اغراض و مقاصد اور اپنی جمعیت کے مطابق کام کرنے میں آزاد ہے، جو چاہے جس طرح چاہے کام کرے، کوئی دوسرا اس میں مداخلت نہیں کر سکتا، لیکن وزارت تعلیم کے تحت آنے کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ باقاعدہ وزارتِ

تعلیم کے نظام کے تحت آ گئے۔ جو اس وقت کے وزیرِ تعلیم تھے انہوں نے با قاعدہ یہ اعلان کیا کہ ہم نے تمام مدارس کو وزارتِ تعلیم کے تحت لے لیا ہے۔ یہ الفاظ استعمال کیے، تو اس کا معنیٰ یہ کہ اب ہم حکومت کے تسلّط میں آ گئے اور وزارتِ تعلیم وقتاً فوقتاً جو ہدایات جاری کرے گی ہم اس کے پابند ہو گئے۔

ہم کسی خاص حکومت کی بات نہیں کر رہے ہیں، حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں کبھی کوئی اچھی حکومت آ گئی، کبھی کوئی بُری آ گئی۔ کبھی وہ لوگ بھی آ گئے جنہوں نے علی الاعلان یہ بات کہی کہ ''مدرسے جہالت کی یونیورسٹیاں ہیں۔'' اور ان صاحب کو یہ کہتے ہوئے بھی اللہ کا خوف نہ آیا کہ ''ان مدارس میں صرف یہ پڑھایا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔'' العیاذ باللہ! گویا اس کے نزدیک یہ بات کہنا کہ: ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' کوئی بہت ہی غلط بات ہے جو ان مدرسوں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں کوئی اچھی کوئی بُری، ہم کسی قیمت میں یہ نہیں چاہتے کہ مدارس حکومت کے ماتحت ہو جائیں اور ہمارا وہی حشر ہو جو میں پورے عالم اسلام میں دیکھ کر آیا ہوں کہ وہاں پر حق گوئی کی سزا جیل ہے، تشدد ہے اور حق گوئی سے آدمی کی زندگی کو خطرہ ہے، اس لیے ہم کسی قیمت پر نہیں چاہتے، اور اس کو ان شاء اللہ برداشت نہیں کریں گے کہ مدارس کو حکومت کے ماتحت کر دیا جائے، حکومت کے زیر انتظام دے دیا جائے۔

اب بڑی باتیں کی جا رہی ہیں کہ دیکھو جو وزارتِ تعلیم کے ساتھ چلے گئے تھے، ان کے لوگوں نے کمیشن پا لیا، وہ فوج میں برگیڈ یئر بن گئے! کرنل بن گئے! مبارک ہو بھئی تم کرنل اور برگیڈ یئر بن گئے، لیکن بات یہ ہے کہ مدرسہ اس کام کے لئے تو نہیں تھا کہ کرنل یا بریگیڈیر پیدا کرے۔ کرنل برگیڈ یئر پیدا کرنے والے تو بہت سارے کیڈٹ کالج ہیں، وہاں تیار ہو رہے ہیں۔ تم تو اس کام کے لیے تھے کہ تم دین کے علمبردار پیدا کرو، اور دین کے صحیح عالم بنو۔

اگر کسی عالم کو یہ کہا جائے کہ یہ بہت اچھا ڈاکٹر ہے تو یہ درحقیقت اس عالم کی توہین ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

من مدح بغیر علمه فقد وُقص

جس کی اس کے اپنے علم کے علاوہ کسی اور بات سے تعریف کی جائے تو اس کی گردن توڑ دی گئی۔

ایک علامہ فہامہ ہے، مثلاً علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، انہوں نے اپنی کتابوں سے سارا جہان بھر دیا۔ ۴۰ سال کی عمر تک تصنیف و تالیف کا کام کیا اور پھر اس کے بعد ''متخلی للعبادۃ'' ہو گئے، یعنی اپنے آپ کو عبادت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ۴۰ سال کے اندر علوم کے سمندر بہا دیے، حدیث کیا، تفسیر کیا اور فقہ کیا، غرض ہر فن میں کام کر گئے۔

انہوں نے ایک چھوٹی سی کتاب طب پہ بھی لکھی ہے، تو کوئی آدمی کہے بھئی علامہ سیوطی بڑے زبردست طبیب تھے، تو یہ ان کی تعریف نہیں بلکہ ان کی تنقیص ہے، اس لیے کہ ''من مدح بغیر علمہ فقد وقص'' جس کی اپنے فن کے علاوہ کسی اور فن میں تعریف کی جائے تو اس کی گردن توڑ دی گئی۔ اسی طرح ہمارے حضراتِ اکابر علمائے دیوبند کا ماشاءاللہ اصل فن تو علم تھا۔ اور ان کے اخلاق واعمال تھے، لیکن ان میں سے بعض شعر بھی کہتے تھے، اب کوئی یہ کہے کہ بھئی وہ شاعر بہت زبردست تھے، تو یہ ان کی تعریف نہیں ہے بلکہ مذمت ہے، کیونکہ اصل علم کے بجائے آپ کسی فن میں اس کی تعریف کر رہے ہیں۔

اگر کوئی مدرسے کا طالب علم کسی اور شعبے میں چلا گیا، تو ہم اس کے لیے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر مدرسے میں رہ کر ایک مرتبہ علمِ صحیح حاصل کر کے اور عمل کی زیور سے آراستہ ہو کر اگر کوئی کسی جگہ جاتا ہے تو کوئی بات نہیں چلا جائے، لیکن مدارس کا مقصد یہ بنالیا جائے کہ یہاں سے ڈاکٹر پیدا ہوں گے، یہاں سے انجینئر پیدا ہوں گے، یہاں سے لائر پیدا ہوں گے، تو یہ بالکل قلبِ موضوع ہے، لہٰذا یہ ہمیں کسی قیمت پر گوارا نہیں ہے۔

ایک دوسرا کام یہ ہے، اور اہم ہے کہ بیوروکریسی اور فوج کے لیے ایسے لوگ تیار کیے جائیں جو دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ یہ ایک مستقل کام ہے، اور اسکے لیے اسلامی اسکول اور اسلامی کالج قائم کرنے کی ضرورت ہے، اور وفاق کے بہت سے مدارس الگ شعبوں کے ذریعے یہ کام کر رہے ہیں، اور یہ بھی اہم کام ہے، لیکن اس کو مدرسوں کے مسئلے کے ساتھ جوڑنا خلطِ مبحث ہے۔

دامِ ہمرنگِ زمیں کے ذریعے مدارس کو گھیرنے کی کوششیں:

وزارتِ تعلیم میں آنے کے بعد پھر ہم وزارتِ تعلیم کی ہدایات کے سامنے مجبور ہوں گے۔ اگرچہ اس میں اس وقت بڑے خوبصورت الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ مدارس اپنے کام میں آزاد ہوں گے، خودمختار ہوں گے، لیکن جب کسی کو شکار کیا جاتا ہے تو ایک دم سے نہیں کر لیا جاتا، شروع میں اسے کوئی دانہ ڈالا جاتا ہے، جب وہ اس کا عادی بن جاتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ اس کو گھیرے میں لے لیا جاتا ہے۔ تو ہماری نظر میں یہ آغاز ہے- اللہ نہ کرے ایسا ہو، اس کے خلاف ہو، ہمیں خوشی ہوگی- لیکن حقیقت میں ہم اس کو آغاز سمجھتے ہیں اور اندیشہ ہے کہ اس کے نتیجے میں مدارس بالآخر وزارتِ تعلیم کے ذریعے حکومت کے زیرِ دست ہو جائیں گے۔

ہم کہتے ہیں ہم عصری علوم پڑھا رہے ہیں اور جتنی ہم ضرورت سمجھتے ہیں پڑھائیں گے ان شاءاللہ، لیکن اس لیے نہیں کہ ان کو ڈاکٹر بنانا ہے، ان کو انجینئر بنانا ہے، ان کو سائنس دان بنانا ہے، (اس کے لیے الگ ادارے قائم

کرنے کی ضرورت ہے اور کئے جارہے ہیں، وفاق اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔) بلکہ اس لیے کہ ایک عالم، موجودہ دنیا کے حالات سے پوری طرح باخبر ہو اور باخبر ہونے کی وجہ سے جب کہیں جائے تو اس کی بات مؤثر ہو۔ وہ دعوت کا کام مؤثر طریقے سے انجام دے سکے، ہم اس لیے یہ عصری مضامین پڑھاتے ہیں۔

مدارس میں عصری علوم کی تدریس کا اہتمام اور نصاب کیلئے وفاق کی کوششیں:

آپ دیکھیں کہ ہمارے ہاں متوسطہ پانچ سال کا ہے، اور پانچ سال میں ہم میٹرک بھی کراتے ہیں، لیکن ہم مدرّس یا استاد حکومت سے نہیں لیتے، ان شاء اللہ ہم پڑھائیں گے، اور پڑھا رہے ہیں، اور الحمدللہ اپنے خرچ پر پڑھا رہے ہیں، البتہ اپنی ضرورت کے تحت پڑھائیں گے، ہم خود ضرورت سمجھتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے اندر بھی اولیٰ سے پہلے پانچ سال کا کورس ہوتا تھا، تو وہ پانچ سال کا کورس ہم یہاں پر جاری کیے ہوئے ہیں۔

اس کے لیے الحمدللہ ہم وفاق کے تحت اپنی کتابیں تیار کر رہے ہیں، سائنس کی، ریاضی کی، معاشرتی علوم کی، اردو کی، انگریزی کی، اپنی کتابیں ہم تیار کر رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم حکومت کی کتابیں پڑھائیں، ہم اپنی کتابیں تیار کر رہے ہیں اور ایسی کتابیں جو حکومت کے طے شدہ نصاب (Curriculum) کے مطابق ہیں، لیکن ان میں ہم دین کی باتیں بھی لا رہے ہیں، ان میں اپنے علمائے کرام کے تذکرے بھی ہیں، ان میں ہمارے مزاج و مذاق کی باتیں بھی ہیں، وہ الحمدللہ تیار ہو رہی ہیں اور اس منصوبے پر بڑا خرچہ کیا جا رہا ہے، اور ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت سے امید یہ ہے کہ اگلا جو تعلیمی سال ہوگا اس میں ہشتم کی کتابیں ہماری اپنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم یہ کر رہے ہیں، ہمیں اس سے انکار نہیں ہے، یہ سب کسی کے دباؤ کے تحت نہیں، بلکہ ہم اپنی ضرورت سمجھ کر رہے ہیں اور کریں گے ان شاء اللہ، لیکن ہم کسی کے دام میں آنے کو تیار نہیں ہیں۔

مدارس رجسٹریشن ترمیمی بل اور چھبیسویں آئینی ترمیم:

اور یہ بات آپ نے شاید سنی ہوگی کہ اس وقت جو بل پاس ہوا ہے، اس بل کے اوپر چار سال کی محنت ہوئی ہے، ہماری بھی، حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی بھی، پورے وفاق کی قیادت کی بھی، اور اتحاد تنظیماتِ مدارس کی قیادت کی بھی، اس پر سب کی چار سالہ محنت ہے۔

اس چار سالہ محنت کے بعد اس مسوّدے کو منظور کرانے کے لیے گزشتہ سال اسلام آباد میں، میں اور مولانا قاری محمد حنیف صاحب مدظلہم ایک ہفتہ مستقل طور پر موجود رہے۔ وزیر اعظم نے منظور کر لیا، کابینہ نے منظور کر لیا اور اسمبلی میں چلا گیا، پہلی خواندگی ہوگئی، لیکن پھر روک دیا گیا، اور روکنے کے بعد بات پھر وہیں کی وہیں رہ گئی۔

اب پچھلے دنوں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کو اللہ تعالی نے ایک ایسا موقع فراہم کیا جب حکومت اس فکر میں تھی کہ دستور میں ایک آئینی ترمیم (چھبیسویں آئینی ترمیم) کی جائے، اُس آئینی ترمیم کے لیے ان کو جو حمایت درکار تھی، وہ مولانا فضل الرحمن صاحب اور جمعیت علماء اسلام کے ارکان کی حمایت کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی، لہٰذا وہ سب ان کے در پر آتے رہے، حکومت بھی، اپوزیشن بھی اور تحریک انصاف بھی، سب کے سب آتے رہے۔ اس موقع پر ہم نے مولانا سے عرض کیا، اور خود مولانا کے ذہن میں بھی تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدارس رجسٹریشن کا جو مسودہ ہے، جو پہلے سے طے شدہ ہے، اسے اس وقت منظور کرا لیا جائے، چنانچہ الحمدللہ! وہ منظور ہو گیا۔ اور منظور ہو کر اسمبلی کے دونوں ایوانوں سے؛ پارلیمنٹ سے، یعنی قومی اسمبلی سے اور سینٹ سے دونوں سے اکتوبر ۲۰۲۴ء میں پاس ہو گیا۔

پہلے ہم نے باہمی مشورے سے یہ کہا تھا کہ اگر کوئی مدرسہ وزارت تعلیم میں جا کر رجسٹر ہونا چاہتا ہے ہو جائے، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے، لیکن جب یہ بل آیا اور حکومت کی طرف سے آیا۔ یہ حکومت ہی کا بل تھا، حکومت کی طرف سے قانون بنایا گیا تھا تو اس میں وزارتِ تعلیم والے معاملے کا بالکل صفایا ہی ہو گیا، اس میں اُس کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا، لہٰذا جو حضرات وزارتِ تعلیم سے رجسٹرڈ تھے، انہوں نے اس پر جو احتجاج کیا وہ آپ کے علم میں ہے۔

اب جب یہ بل آخری دستخط کے لیے صدر مملکت کے پاس گیا، تو انہوں نے شروع میں ایک معمولی سی غلطی کی نشاندہی کی، جو درست کر کے واپس بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد تقریباً پندرہ سولہ دن کے بعد انہوں نے بہت سارے اعتراضات لگا کر بل واپس بھیج دیا۔ وہ اعتراضات بھی تھے، لیکن وہ درحقیقت زائد المیعاد تھے۔ آئین کا قاعدہ یہ ہے کہ صدرِ پاکستان دس دن کے اندر اندر اعتراض یا ترمیم بھیج سکتا ہے، اور پھر وہ بل پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں پیش کیا جائے گا، پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اگر چاہیں تو صدر کی بتائی ہوئی ترمیم کو قبول کر لیں، چاہیں رد کر دیں، اگر رد کر دیں تو پھر رد ہی ہو گیا، پھر اس کو صدر ختم نہیں کر سکتا۔ یہ قانونی طریقہ کار طے شدہ ہے۔ اور اس بل پر صدر کی طرف سے جو اعتراض آیا، یہ دیر میں آیا، دس دن کے بعد آیا، لہٰذا اس کی کوئی قانونی و آئینی حیثیت نہیں ہے۔

ترمیمی بل سے مغربی طاقتوں کی ناراضگی کا خدشہ:

جب سوسائٹیز رجسٹریشن ترمیمی بل پر صدر مملکت کے اعتراضات کی تفصیل طلب کی گئی تو وجہ یہ سامنے آئی کہ اس ایکٹ کو منظور کرنا ہمارے لیے مشکل ہے، اس لیے کہ اگر ہم یہ کریں گے تو FATF اور فلاں فلاں

مغربی ادارے ہم سے ناراض ہو سکتے ہیں، صدر کی طرف سے صاف صاف بتا دیا گیا۔

عجیب بات ہے کہ جو ادارے وزارتِ تعلیم کے تحت رجسٹر ہو رہے تھے، یا ہو رہے ہیں، ان سے تو ایف اے ٹی ایف کو کوئی خطرہ نہیں ہے، ان پر تو مغربی طاقتوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے، ان پر حکومت کو یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ایف اے ٹی ایف ہم سے ناراض ہو جائے گا، ہم مدارس کو وزارتِ تعلیم میں کیوں رجسٹر کریں؟ لیکن سوسائٹی ایکٹ کے تحت جب رجسٹر ہونے جا رہے ہیں، تو اس وقت FATF بھی سامنے آ گیا اور مغربی طاقتیں بھی سامنے آ گئیں۔ اس سے تو آپ خود اندازہ کر لیں کہ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت اور وزاتِ تعلیم میں رجسٹرڈ ہونے میں کیا فرق ہے؟

غرض یہ کہ یہ فرق اب اچھی طرح کھل کر سامنے آ گیا ہے کہ مغربی طاقتیں کس بات سے خوش ہو رہی ہیں، اور کس بات سے ناراض ہو رہی ہیں۔ وزارتِ تعلیم کے تحت رجسٹر کرنے سے خوش ہیں، اس میں انہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن:

''ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟!''

صدر مملکت کے اعتراضات اور مدارس رجسٹریشن بل کی آئینی حیثیت:

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا، اس وقت آئینی صورت یہ ہے کہ چونکہ صدر مملکت کے یہ اعتراضات وقت گزرنے کے بعد آئے ہیں، دس دن کے بعد، تو ان کی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے۔ ہم نے اتحاد تنظیمات میں بھی اور وفاق المدارس کے عاملہ کے اجلاس میں بھی، یہ مؤقف اختیار کیا ہے، اس موقف کے تحت ہم نے کہا کہ ہمارا جو مسودہ قانون تھا، وہ قانون بن چکا ہے، اب صرف اس کا گزٹ نوٹیفکیشن جاری ہونا باقی ہے، لہٰذا اب ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے وہ نوٹیفکیشن جاری کیا جائے۔

البتہ بیچ میں حکومت نے کچھ مذاکرات بھی کیے ہیں، ہم سے بھی ہوئے، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے بھی ہوئے، اور مولانا سے ہمارا رابطہ بھی رہا۔ حکومت کے نمائندے اس میں کچھ ترمیم چاہتے تھے کہ اس میں کچھ ترمیم یہ ہو جائے کہ جو وزارتِ تعلیم کے تحت رجسٹر ہوئے ہیں، ان کی رجسٹریشن کو بھی تسلیم کر لیا جائے، یعنی اس قانون میں ان کی نفی نہ ہو اور وہ حسبِ سابق وہیں رجسٹرڈ رہیں، ہمیں اس پر کوئی خاص اعتراض اس لیے نہیں کہ چلو! ٹھیک ہے، ایسا کر لیں، جو لوگ وزارتِ تعلیم کے ساتھ جائیں گے ان کے بارے میں پتہ چل جائے گا اور ہماری دعا تو اُن کے لیے بھی یہ ہوگی کہ وہ صحیح راستے پر رہیں، لیکن اس وقت ہماری آئینی پوزیشن یہ ہے کہ اس وقت کا جو بل ہے وہ ایکٹ بن چکا، قانون بن چکا، لہٰذا اب اس کو صرف گزٹ کرنا باقی ہے، اگر کوئی آپ ترمیم لانا چاہتے

ہیں تو بعد میں لے آئیں، ہم اس پر غور کر لیں گے۔

دینی مدارس کی بنیادی روح اور اس کو قائم رکھنے کا طریقہ:

یہ ساری صورتحال ہے جس سے میں آپ کو باخبر کرنا چاہتا تھا۔ اب اس سب سے جو نتیجہ نکل رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم مدرسے کی روح کو ہر قیمت پر برقرار رکھنا چاہتے ہیں، اور ان شاء اللہ رکھیں گے۔ ہمیں کسی رجسٹریشن کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن چونکہ ہمیں اس دنیا میں رہنا ہے، تو رجسٹریشن کی حد تک ہمیں کوئی اعتراض نہیں، بشرطیکہ وہ رجسٹریشن ہمارے گلے میں اس طرح طوق بنا کر نہ ڈالی جائے جو ہمارے لیے قرآن وسنت کے علوم کو صحیح طریقے سے پڑھانے کے راستے میں رکاوٹ بن جائے۔ بس ہماری اتنی ہی خواہش ہے اور وہ ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت سے پوری ہوگی، یہ مدرسہ ان شاء اللہ قائم رہے گا اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ ہمارے بزرگوں کی یہ امانت ہے، اور اس امانت کو ہم اس طرح ضائع نہیں کر سکتے۔

میرے بھائیو! مدرسے کی اصل اور بنیادی روح تعلق مع اللہ ہے، یعنی اللہ تعالی سے تعلق قائم کرنا۔ اور اتباعِ سنت کا اہتمام کرنا اور علم کے مطابق عمل کرنا۔ ہم جو یہ جنگ لڑ رہے ہیں وہ اسی کی بقا کیلئے لڑ رہے ہیں۔ علم تو شاید یونیورسٹیوں کے اندر بھی لوگوں کو آ جاتا ہو، لیکن جو علم کی اصل روح ہے تعلق مع اللہ کی، اللہ تبارک وتعالی کے ذکر کی، اللہ تعالی کے ساتھ مضبوط رابطہ اختیار کرنے کی، اتباعِ سنت کی، وہ روح کسی طرح قائم رہے۔ اور اگر ہم سب مل کے قائم رکھیں گے تو وہ روح قائم ہوگی، ورنہ اللہ بچائے - اس علم سے جو عمل کے بغیر ہو، جو سنت کے خلاف ہو، جو انسان کو اللہ تعالی سے تعلق مضبوط کرنے کے بجائے اللہ تعالی سے دور کر دے، وہ علم، علم نہیں جہل ہے۔

ہمارے حضرت والد صاحب کا شعر ہے ۔

وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہِ دوست
وہ مدرسہ وبال جہاں یادِ حق نہ ہو

طالب علم کو علمی، عملی اور فکری لحاظ سے تیار ہونے کی ضرورت:

میرے بھائیو! ہماری اصل روح یہ ہے، اسے برقرار رکھو۔ آپ کو میں نے سب کچھ بتا تو دیا، لیکن آپ اس بحث میں مت پڑو، آپ اپنے کام میں لگے رہو، پڑھنے میں، محنت کرنے میں اپنی جان لگاؤ اور اس میں مصروف رہو۔ الحمد للہ مدرسوں کے چوکیدار بیٹھے ہیں! وہ اپنا کام کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ اطمینان سے اور محنت سے اپنے کام میں لگے رہو، اپنے اسباق صحیح طریقے سے پڑھو، حاضری وقت پر دو، اور مطالعے اور تکرار کا اہتمام کرو، اب ویسے بھی

سالانہ امتحان کا زمانہ آنے والا ہے، آپ دنیا سے آنکھیں بند کر کے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہو، اور اپنی زندگی کو اسی کام کے لیے وقف کر دو۔

آپ یہ سمجھو کہ آپ جہاد کر رہے ہو، یہ تعلیم میں مشغول رہنا ایک جہاد ہے، جہاد اس لیے ہے کہ اس وقت طاغوتی طاقتیں عالمِ اسلام کے اوپر ہر طرف سے حملہ آور ہیں؛ ہتھیار سے بھی، افکار سے بھی، اپنے فلسفوں کے ذریعے بھی، اپنی تہذیب کے ذریعے بھی، ہر طرح سے حملہ آور ہیں۔ ہمیں اس حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے؛ علمی اعتبار سے بھی تیار کرنا ہے، اور فکری اعتبار سے بھی تیار کرنا ہے، اور وہ اسی وقت ہوگا جب آپ لوگ اپنی تعلیم پر پوری توجہ دیں گے، فضول کاموں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں گے، اتباعِ سنت کا اہتمام کریں گے، نماز باجماعت کا اہتمام کریں گے۔

میں آپ سے بار بار کہتا رہتا ہوں کہ نماز باجماعت کا اہتمام کیا کرو، اگر نماز باجماعت کا اہتمام نہیں کرو گے تو برکت کیسے آئے گی؟ حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز کو ضائع کرے اس کے سارے کام ضائع ہیں، بیکار ہیں۔ اس لیے نمازوں کا اہتمام کرو اور اپنے اساتذہ کرام کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارو، اتباعِ سنت کو اپناؤ، اتباعِ سنت میں ہی ساری صلاح اور فلاح ہے، اتباعِ سنت ہی سارا دین ہے، اتباعِ سنت ہی درحقیقت ہماری کامیابی کا راز ہے، لہٰذا اس کو مضبوطی سے تھامو۔

طالب علم کیلئے ذکر اللہ اور دعاؤں کی ضرورت واہمیت:

اس کے ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ دیکھو اللہ کے ذکر میں بڑی طاقت ہے۔ آپ سبق پڑھنے جا رہے ہو تو راستے میں وقت بیکار گزر رہا ہے، اس وقت میں اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھو۔ سُبحانَ اللّٰہِ، والحمدُ للّٰہِ، ولا إلٰہَ إلّا اللّٰہُ، واللّٰہُ أکبرُ، ولا حولَ ولا قوّۃَ إلّا باللّٰہِ، پڑھو، درود شریف پڑھو۔ سبق کو جاتے ہوئے اگر کوئی ذکر زبان پر ہو تو اس میں کیا مشکل ہے؟ سبق کیلئے جاتے وقت ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے جاؤ کہ:

”یا اللہ! میں سبق پڑھنے جا رہا ہوں تو اپنی رحمت سے مجھے صحیح طریقے سے سمجھا بھی دیجیے، میرے ذہن میں بھی بٹھا دیجئے، مجھے یاد رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائیے، اور اس پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیے۔“

یہ کہتے ہوئے جاؤ، ذکر کرو، اللہ سے رابطہ قائم کرو، اللہ سے رجوع کرو اور اس سے مانگتے رہو۔ مانگتے مانگتے جاؤ پھر دیکھو کیا برکات نازل ہوتی ہیں ان شاء اللہ۔ یہ ذکر بڑی زبردست چیز ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ اللہ کا ذکر کتنا ہی بے دھیانی سے ہو، لیکن یہ اپنے فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر اللہ کو اہلِ ایمان کی نشانی قرار دیا ہے۔

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ

جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ

اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے افضل اعمال کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا:

لَایَزَالُ لِسَانُکَ رَطِبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے، ہر وقت تمہاری زبان پر اللہ کا ذکر ہونا چاہیے۔

چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے زبان پر کوئی ذکر رکھا کرو، اور تعلیم کو اہتمام کے ساتھ صحیح نیت سے اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے حاصل کرتے رہو۔اگر یہ کام کر لیے تو ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت سے کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔

یہ ہے ہمارے سارے ان مدارس کی روح، یہ ہے ہمارے سارے نظام تعلیم کی روح، اس کو اپناؤ۔جتنا اس کو اپناؤ گے، جتنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم کرو گے، ان شاء اللہ اتنا ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے علم کا فیضان ہوگا اور عمل کی بھی توفیق ہوگی۔اور یاد رکھو کہ ان شاء اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی اپنے ذکر کرنے والوں کو محروم نہیں فرماتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے ان کلمات کو اپنی بارگاہ میں شرف میں قبول عطا فرمائے۔آمین۔

لفظ پڑھے ہی نہیں جاتے محسوس بھی کئے جاتے ہیں، کبھی رُلاتے ہیں، کبھی ہنساتے ہیں تو کبھی دُور بھی کر دیتے ہیں۔ جب سُنائی دیتے ہیں تو کبھی مرہم بنتے ہیں کبھی نمک بن جاتے ہیں۔اِن کی نغمگی اگر کانوں میں رس گھولتی ہے تو نشتر بن کر دل چیر بھی دیتی ہے۔الفاظ وہ نہیں جو دل سے نکلیں۔الفاظ وہ ہیں جو دل میں اُتریں۔لفظ لکھنے کے لئے بھی حوصلہ چاہیے۔یقین ہو اپنی ذات پر اپنے قول وفعل پر تو لفظ دوست بن جاتے ہیں اور دوستی سے بڑا اعلیٰ رشتہ اس کائنات کا اور کوئی نہیں۔لفظ ہیرے کی طرح ہوتے ہیں جس رُخ سے دیکھیں ایک نئے رنگ میں مسحور کرتے ہیں۔احساس کو چھو جائیں تو پھول سے بھی زیادہ نرم ونازک۔نقصان پہنچانے پر آئیں تو جان لے کر ہی چھوڑتے ہیں۔نرم لہجے سے ہمیشہ مضبوط اور دیرپا رشتے تخلیق پاتے ہیں۔اپنے رشتے داروں ماتحتوں، چھوٹوں بڑوں کے ساتھ اچھے الفاظ سے مخاطب ہوا کریں۔اچھے لہجے اچھے الفاظ آپ کی زندگی کا آئینہ ہوتے ہیں۔اور یہی اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کا باعث بنتے ہیں۔

اعلامیہ

اتحاد تنظیمات مدارس کی مشترکہ پریس کانفرنس

<u>ادارہ</u>

16 دسمبر 2024ء کو اتحاد تنظیمات مدارس کا اہم اجلاس ہوا، بعد ازاں اتحاد میں شامل تمام بورڈز کے سربراہان کی موجودگی میں مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب جنرل سیکرٹری اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان نے مشترکہ اعلامیہ پڑھ کر سنایا، جو حسب ذیل ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم، سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ و صحبہٖ اجمعین

میڈیا کے تمام دوستوں کا بے حد شکریہ کہ آپ حضرات ہمارے موقف کو قوم تک اور ارباب اقتدار و اختیار تک پہنچانے کے لیے یہاں تشریف لائے۔ آج اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کی سپریم کونسل کا اجلاس جامعہ عثمانیہ اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شرکائے گرامی کے اسمائے مبارک یہ ہیں:

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا فضل الرحمن، مولانا محمد حنیف جالندھری، یہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

مفتی منیب الرحمن اور صاحبزادہ محمد عبد المصطفی ہزاروی اور مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر یہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

پروفیسر مولانا ساجد میر، مولانا قاری یاسین ظفر، مولانا حافظ یونس یہ وفاق المدارس سلفیہ پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

مولانا عبد المالک، مولانا عطاء الرحمن اور مولانا ڈاکٹر حبیب الرحمن یہ رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

علامہ افضل حیدری، علامہ محمد تحسین، علامہ لال حسین توحیدی یہ وفاق المدارس شیعہ پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

اور محترم کامران مرتضی ایڈوکیٹ صاحب یہ قانونی مشیر کی حیثیت سے ہمارے ساتھ اجلاس میں شریک رہے اور جناب اسلم غوری صاحب بھی۔

اجلاس میں موجودہ صورت حال پر تفصیلی غور وخوض کیا گیا اور طویل تبادلہ خیال اور بحث وتمحیص کے بعد مندرجہ ذیل قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔ قرارداد کا متن یہ ہے:

''سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ 1860 کے تحت ترمیمی سوسائٹیز رجسٹریشن بل مورخہ 20 / 21 اکتوبر 2024ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور ہوا اور اسی روز قومی اسمبلی کے اسپیکر کے دستخط سے حتمی منظوری کے لیے ایوان صدر کو ارسال کر دیا گیا۔ مورخہ 28 اکتوبر 2024 کو صدر کی طرف سے ایک غلطی کی نشاندہی کی گئی، قومی اسمبلی کے اسپیکر نے آئین اور قانون کے تحت اسے قلمی غلطی گردانتے ہوئے اس کی تصحیح کر دی اور تصیح شدہ ترمیمی مورخہ یکم نومبر 2024 کو ایوان صدر ارسال کر دیا۔ اسے صدر نے قبول کرتے ہوئے اس پر زور نہیں دیا۔ بعدازاں صدر کی طرف سے دس دن کے اندر مذکورہ ترمیمی بل پر کوئی اعتراض موصول نہیں ہوا البتہ 13 نومبر 2024 کو نئے اعتراضات لگا دیے گئے جو کہ معیاد گزرنے کی وجہ سے غیر مؤثر تھے۔ نیز ایک کے بعد دوبارہ اعتراض لگایا بھی نہیں جا سکتا تھا لہٰذا یہ بل اب قانونی شکل اختیار کر چکا ہے۔ حوالے کے لیے سپریم کورٹ پریکٹس اینڈ پروسیجر ایکٹ کی نظیر موجود ہے۔ نیز سپیکر نے علی الاعلان اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ باقاعدہ ایکٹ بن چکا ہے اور انہیں صرف ایک ہی اعتراض موصول ہوا تھا اور دوسرا اعتراض آج تک انہیں نہیں ملا۔ پس ہمارا مطالبہ ہے کہ قانون کے مطابق بلاتاخیر اس کا گزٹ نوٹیفکیشن جاری کیا جائے تاکہ فوری طور پر اس پر عمل درآمد شروع ہو۔

یہ قرارداد کا مکمل ٹیکسٹ متن آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔''

صحافی: سر اس کے بعد کیا حکمت عملی طے کی گئی ہے؟ آپ نے جو مطالبہ پیش کیا تھا اگر وہ حکومت کی طرف سے پورا نہیں کیا جاتا؟

مولانا مفتی منیب الرحمن: شریعت کا حکم یہ ہے کہ حسن ظن سے کام لیا جائے، جو لوگ اقتدار و اختیار کے مالک ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ معقولیت، انصاف اور تواضع کی امید کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس وقت تک ہماری پوری سپریم کونسل کی اجماعی رائے یہ ہے کہ حکومتِ وقت ہماری اس قرارداد کو معقول گردانتے ہوئے اسے تسلیم کرے گی اور اس پر عمل درآمد کرے گی۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس کے برعکس کوئی صورت حال پیش آئی تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بلاتاخیر مل بیٹھیں گے اور اس کے بعد کا لائحہ عمل اتفاق رائے سے طے کیا جائے گا اور اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ عمل بھی کیا جائے گا۔

صحافی: مولانا صاحب یہ بتائیے گا کہ آپ پیپلز پارٹی کے پریزیڈنٹ آصف علی زرداری اور بلاول زرداری کے

ساتھ اچھے تعلقات ہیں مولانا فضل الرحمن صاحب کی ملاقاتیں بھی ہوئیں آپ کے ساتھ وعدے بھی کیے، ابھی کون سی رکاوٹ ہے کہ یہ بل حکومت اسی طرح تسلیم نہیں کر رہی جب کہ آپ کا موقف یہ ہے کہ بل قانونی طور پر ایک قانون بن چکا ہے اب دوبارہ اس کی منظوری کی ضرورت نہیں، ایک جوائنٹ اجلاس بھی بلایا جارہا تھا جو اب کینسل کر دیا گیا ہے۔

مولانا فضل الرحمن: دیکھیے اس مسئلے کا ذاتی مراسم سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ ایوان صدر میں بیٹھے ہیں لیکن یہ بات آپ کو بھی معلوم ہے اور ریکارڈ پر ہے کہ الیکشن سے پہلے میاں شہباز شریف صاحب کی حکومت، پاکستان پیپلز پارٹی جس کے سربراہ وہ خود ہیں اور بلاول بھٹو صاحب تمام اجلاسوں میں خود شریک ہوتے تھے۔ اور اس بل کے حوالے سے اس وقت بھی حکومت کی طرف سے ڈرافٹ لایا گیا اور ہم نے قبول کیا۔ پھر بوجوہ وہ اسمبلی سے پاس نہ ہوسکا، وہ ایک الگ عنوان ہے۔ اب جب ہم نے 26ویں ترمیم کے موقع پر بات چیت میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ ایک بل جو ہمارا اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے اسے بھی اس موقع پر پاس کیا جائے۔ اور انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم اس کو پاس کریں گے اور وہ پاس ہوگیا جیسے کہ مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب نے اپنی گفتگو میں آپ کو بتایا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی تبدیلی لائی ہے ہم نے تو نہیں لائی اور وہ بھی اسی گورنمنٹ نے لائی ہوگی اور انہی لوگوں نے لائی ہوگی کہ وہ ڈرافٹ آیا تو ظاہر ہے کہ ہمارے لیے تو اس میں کوئی تنازعہ والی بات نہیں تھی۔ پھر اس کے بعد کیا انہوں نے اس بل کے پاس ہونے کے بعد کوئی اعتراض کیا؟ کیا انہوں نے کوئی سوال اٹھایا؟ جب کوئی سوال نہیں اٹھایا اور بلکہ وہ تو بل پاس ہونے کے ایک ہفتے کے اندر میرے پاس مجھے مبارک باد دینے کے لیے آنا چاہتے تھے لیکن شاید میری مصروفیات یا شہر سے باہر ہونا ملاقات میں مانع رہا اور آج وہ سوال اٹھا رہے ہیں کوئی مہینے ڈیڑھ کے بعد تو ہم ان سے کوئی جھگڑا نہیں کر رہے وہ ہمارے بھائی ہیں ہمارے لیے قابل احترام ہیں انہوں نے یہ سوال کس ضرورت کے تحت اٹھایا؟، اٹھانا چاہیے تھا تو ہم سے اگر بات کرتے تو ہم خوشی کے ساتھ ان کے ساتھ بیٹھتے، کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں ہے لیکن ایک ایسا ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ جیسے یہ بل بڑا متنازعہ ہے۔ لہٰذا بل بالکل متنازع نہیں ہے۔ بل متفقہ اتفاق رائے کے ساتھ پارلیمنٹ کے اختیار کے ساتھ پاس ہوا ہے، پہلے بھی اسمبلی ہی میں پیش ہوا تھا آج بھی اسمبلی ہی میں پیش ہوا اور اسی کے تحت یہ ساری چیز معاملات طے ہوئے ہیں لہٰذا اب جو اس وقت اس کی آئینی اور قانونی پوزیشن ہے ہماری نظر میں بالاتفاق وہ ایک ایکٹ بن چکا ہے، لہٰذا اس کا گزٹ نوٹیفکیشن کیا جائے۔ ہم اس پہ اصرار کر رہے ہیں۔ ہمارے مدعیٰ کو سمجھا جائے۔ ہمارا مدعیٰ اس سے آگے نہیں ہے۔ ہم نہ کسی کے مقابلے میں ہیں نہ کسی کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا تنازعہ ہے۔ ہم ایوان صدر سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ نے خلاف قانون اقدامات کیوں کیے!؟

گزٹ کیوں نہیں کرایا؟۔ گورنمنٹ سے ہماری شکایت ہے کہ وہ اس وقت نوٹیفکیشن کیوں نہیں کر رہی؟۔ ہمارا مدعا بڑا واضح اور بڑا مختصر ہے۔

صحافی: مولانا صاحب یہ بتائیے کہ اگر یہ کنفرم نہ ہو جائے اور اگلا لائحہ عمل نہ آ جائے۔۔۔۔۔

مفتی منیب الرحمن: ایک منٹ بھائی جان میں یہاں آپ کے توسط سے ان تمام اکابر علماء کی طرف سے پوری قوم کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت قومی اور عالمی سطح پر حالات کی جو نزاکت ہے اس کا ہمیں بخوبی احساس ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم سے بڑھ کر کوئی محب وطن نہیں ہے۔ اس لیے اس ملک میں امن، سلامتی، عافیت اور امان یہ ہمارا بھی مطلوب ہے، ہر پاکستانی کا مطلوب ہونا چاہیے۔ اس لیے حالات کو بگاڑنا یہ کسی کے بھی مفاد میں نہیں ہے۔ ہم ایک مثبت اور تعمیری پیغام دینا چاہتے ہیں اور اہل اقتدار کو اس پیغام کو مثبت معنوں میں لینا چاہیے اور احسن طریقے سے، پرامن طریقے سے پیار اور محبت کی فضا میں اس مسئلے کو مکمل طور پر حل کر دینا چاہیے۔ تاکہ ہم مل جل کر اس ملک اور قوم کی خدمت کر سکیں۔

صحافی: مولانا صاحب اگر گورنمنٹ کی طرف سے فاسٹ ریسپانس نہ آیا تو ایسا کوئی لائحہ عمل ہے جیسے احتجاج یا دیگر قسم کے؟ کیا آپ سپریم کورٹ بھی جا سکتے ہیں؟۔

مولانا فضل الرحمن: ہم کسی بھی ایسے جال کی طرف نہیں جائیں گے کہ جس سے معاملہ لٹک جائے، لمبا ہو جائے۔ ہم سادہ مسئلہ سادہ طریقے سے فوری طور پر حل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم نے اپنا میسج دے دیا ہے۔ اس وقت ہم اور آپ یہاں بیٹھے ہیں اور ہمارا میسج وہاں پہنچ چکا ہوگا۔ تو یہ ضرور ہے کہ اس میں یہ میسج بھی ہے کہ ہم گفتگو یا قانونی، پارلیمانی، آئینی راستے سے مسئلے کو حل کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہم ابھی تک منفی گفتگو نہیں کرنا چاہتے ورنہ میدان بھی ہوگا ہم بھی ہوں گے، دوبارہ بھی بیٹھ سکیں گے اور ہم اپنے پلیٹ فارم سے اس پر جو اپنی رائے دیں گے اس کے لیے ابھی وقت ہے، اس لیے ایسی کوئی بات کہنا کہ جس کا معنی یہ ہو کہ ہم کوئی شدت سے، دباؤ سے، قوت سے ان سے بات منوانا چاہتے ہیں، ہم بڑے قانونی اور آئینی لب و لہجے کے ساتھ جس طرح مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس ملک میں ہمیں استحکام اور امن کی بھی ضرورت ہے اور ہم اس کی طرف اگر جانا چاہتے ہیں تو ان کو بھی اسی جذبے کے ساتھ رسپانس کرنا چاہیے۔ ہم نے بہت اچھا میسج دے دیا ہے ہمارا موقف آئین اور قانون کے تابع ہے۔ پارلیمانی روایات کے تابع ہیں۔ ایوان صدر کی روایات کے تابع ہیں۔ آئین پاکستان کے تابع ہیں۔ ہم نے بالکل صحیح موقف دیا ہے اور ہم اپنے موقوف قائم رہیں گے۔

صحافی: مولانا صاحب 26 ویں آئینی ترمیم کے وقت رات گئے تک ہماری آپ سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں،

حکومت کے طرف سے بھی، لیکن اس کے باوجود یہ بل پاس نہیں ہورہا، صدر دستخط نہیں کررہے آپ کو کیا واقعی لگتا ہے کہ حکومت اس میں رکاوٹ ڈال رہی ہے یا اس کے پیچھے کسی اور کا قوت کا بھی ہاتھ ہے؟

مولانا فضل الرحمٰن: ہمارا المیہ یہ ہے کہ:

''ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ'' اور

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں

صحافی: مولانا صاحب یہ بتائیں کہ جو آپ کی ملاقات ہوئی تھی بلاول بھٹو سے، تو ایوان صدر سے کچھ پیغام لے کر آئے تھے تو آخر آپ کو وجہ کیا بتائی گئی ہے یہ غیر قانونی کام کیا کیوں گیا؟ کوئی تو وجہ ہوگی حکومت کے ساتھ بھی آپ کی بات چیت ہوئی ہے، اس سے پہلے جتنی قانون سازی کی گئی کبھی ایسا نہیں کیا گیا جو اس بل کو لے کر کیا جارہا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن: جو سوال آپ کے ذہن میں ہے یہی تو میرے ذہن میں ہے کہ کیا وجہ ہے بتائیں تو سہی، یعنی ہماری نظر میں، خود اسپیکر صاحب کی نظر میں، خود حکومت کے جو ذمہ داران ہے ان کی نظر میں کوئی وجہ نہیں، یعنی اس وقت تک ایوان صدر نے اپنا موقف کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں دیا۔ دستخط نہ کرنے کی کوئی آئینی قانونی وجوہات نہیں بتائیں۔ وہ گھسی پھٹی باتیں جس کا ان کو شاید یہ خیال ہو کہ ہمارا واسطہ کسی اَن پڑھوں کے ساتھ پڑا ہے، ہم جس شکل میں اور جس لفاظی میں ان کے سامنے اپنی بات کریں وہ مان جائیں گے حالانکہ ان کو تجربہ ہو چکا ہے 26ویں آئینی ترمیم کے موقع پر ان کو خوب پتہ چل گیا ہے کہ ان کے ساتھ اس طرح کی ہنسی مسکراہٹ میں ان سے بات نہیں منوائی جاسکے گی۔

لہٰذا حقائق کی طرف آئیں، ہم نے حقیقت پسندانہ موقف دے دیا ہے اور اب مزید جو بھی آگے جائے گا ہم اپنے موقف کی بنیاد پر کریں گے۔

صحافی: مولانا صاحب یہ فرمایئے گا کہ ایک قانون پہلے سے ایکزسٹ کررہا تھا اور پچھلا اجلاس ہوا اس میں کہا گیا کہ تمام مکاتب فکر علماء کے دستخط اس پر موجود ہیں اور اس کے تحت بے شمار ہزاروں کی تعداد میں مدارس رجسٹرڈ بھی ہیں اور ان مدارس سے طلباء پاس ہوکر جاچکے ہیں انہیں سرٹیفکیٹس مل چکی ہیں، اس قانون کے ہوتے ہوئے یہ دوسرے قانون کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اب اس صورت میں اس قانون کی کیا حیثیت رہ جائے گی؟

مولانا فضل الرحمٰن: دیکھیں میں ایک تو ان کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہوں گا دوسرا اس کی ذرا وضاحت کردینا چاہتا ہوں کہ آپ ان کے لیے لفظ قانون استعمال نہ کریں اس حوالے سے کوئی قانون موجود نہیں۔ ہم قانون

کی بات کر رہے ہیں، ہم باقاعدہ سوسائٹی ایکٹ کی بات کر رہے ہیں، وہ پتہ نہیں کس کی بات کر رہے ہیں وہ اس کا کوئی قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا معاہدات اور اس کا حوالہ دینا اور کوئی انہوں نے ڈائریکٹریٹ بنایا ہوا ہے وہ ایکٹ تو نہیں ہے لیکن ایگزیکٹیو آرڈر کے تحت شاید اس وقت انہوں نے کیے تھے جو معاہدے کا حصہ بھی نہیں ہے۔

لہٰذا ہمارے ساتھ تقابل نہ کیا جائے ہمارے ان کے موقف میں آسمان و زمین کی باتیں ہیں، ہمارا ان سے جھگڑا ہی نہیں ہے، کیوں ایسی باتیں لوگوں کو کی جاتی ہیں کہ صاحب یہ تو تعلیم کے ادارے ہیں تو تعلیم کے ساتھ وابستہ ہونے چاہییں۔تو ستر سال کے بعد یہ سبق یاد آیا! ''کب تم پر یہ راز کھلا انکار سے پہلے یا اس کے بعد؟!''۔

تو اس قسم کی چیزیں حضرت آج صنعت وحرفت کے حوالے سے کوئی ادارے ہوں گے رفاہی ادارے جو رجسٹرڈ ہونا چاہیں گے کل کو آپ کہیں گے کہ وزارت صنعت وحرفت کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ، صحت کے حوالے سے لوگ کام کر رہے ہیں پرائیویٹ سیکٹر میں کام کر رہے ہیں لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کر رہے ہیں آپ انہیں کہیں کہ وزارت صحت کے ساتھ جا کر رجسٹرڈ ہو جاؤ، رفاہی ادارے ہیں رفاہی ادارے کام کر رہے ہیں آپ ان کو کہیں کہ جناب کسی رفاہی وزارت کے ساتھ آپ منسلک ہو جائیں۔

یہ تو ایک عجیب سا فلسفہ ہے سمجھ میں نہیں بات آ رہی ایک ایکٹ ہے جو انگریزوں کے زمانے سے آج تک محفوظ ہے اور ہے ہی صرف اس لیے کہ پرائیویٹ سیکٹر میں جو ادارے بنیں گے وہ اسی کے تحت رجسٹرڈ ہوں گے، یہ صرف بنایا ہی اسی لیے گیا ہے اور ہم نے ملک میں باقی بھی اسی لیے رکھا ہے اس پر تو جھگڑا ہی نہیں ہے، تو جھگڑا نہیں ہے پھر ایسے سوالات خواہ مخواہ کس لیے اٹھائے جا رہے ہیں، ضرورت کیا ہے، سب ہمارے بھائی ہیں، قابل احترام ہیں لیکن کم از کم مدارس کو پریشان نہ کرے، مدارس کا نظام چلنے دیں۔

فرع سے زیادہ اصل پر دھیان رکھیں: ''میرے پاس ایک شخص آیا اور بغیر علم اور بلا مذاق تصوف کے میرے سامنے مقام فنا و بقا کی گفتگو کرنے لگا، اس کے ساتھ اس کے معتقدین کا ایک گروہ بھی تھا۔ وہ مع اپنی جماعت کے کئی دن میرے پاس رہا، آخر کار ایک دن میں نے اس سے دریافت کیا کہ نماز اور وضو کے فرائض کیا ہیں؟ تو مجھ سے کہنے لگا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں، میں نے کہا کہ بھائی ظاہری عبادات کو قرآن وسنت کے مطابق درست کرنا اجماعاً واجب ہے، جو شخص واجب و مستحب اور حرام و مکروہ میں فرق نہیں کرتا وہ جاہل ہے، ایسے شخص کی اقتدا ظاہری اور باطنی طریق میں کسی طرح جائز نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا اور پھر اسی دن مجھ سے علاحدہ ہو گیا۔'' (''اخلاق سلف'' از حضرتِ مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی صفحہ نمبر: ۹)

سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہی رجسٹریشن کیوں؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۷ دسمبر ۲۰۲۴ء کو اسلام آباد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا تاریخی اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس میں صدرِ وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے کلیدی اور پالیسی بیان ارشاد فرمایا، سوسائٹی ایکٹ کے حوالے سے پھیلائی گئی بہت سی غلط فہمیوں کا اِزالہ فرمایا، اور لبوں پہ مچلتے بہت سے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے اسی نوعیت کا خطاب جامعہ دارالعلوم کراچی میں بھی ارشاد فرمایا، جو مفصل بھی ہے اور اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ بھی کرتا ہے۔ اگرچہ مدارس رجسٹریشن ترمیمی بل پہ صدر صاحب نے دستخط کر دیے ہیں، اور اب وہ با قاعدہ قانون بن گیا ہے، لیکن یہ بیانات اب تاریخ کی امانت ہیں اس لیے ماہنامہ وفاق المدارس میں ان بیانات کو جگہ دی جا رہی ہے تاکہ کل کلاں جب مورخ تحفظ مدارس کی تاریخ پر قلم اٹھائے تو اسے اصل حقائق سے مکمل آگاہی ہو سکے۔ خیال رہے کہ دارالعلوم والا بیان شمارے کے آغاز میں بطور اداریہ دیا گیا ہے ؛ جبکہ مجلس عاملہ میں ہونے والا بیان یہاں پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

(بعد از عربی خطبہ) آج کل عام لوگوں کے ذہنوں کو مشوش کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ حکومت تو یہ چاہ رہی ہے کہ مدارس کیونکہ تعلیمی ادارے ہیں لہٰذا وہ وزارت تعلیم کے ساتھ وابستہ ہونے چاہییں اور مدارس یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں سوسائٹیز ایک کے تحت رجسٹرڈ ہونا چاہیے اور سوسائٹی ایکٹ جو ہے وہ وزارت صنعت وتجارت سے تعلق رکھتا ہے یا وزارت داخلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تو لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ ہم کیوں اس سوسائٹی ایکٹ کے تحت ہونا پسند کرتے ہیں بنسبت وزارت تعلیم کے؟۔

اس کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ سوسائٹیز ایکٹ کیا چیز ہے؟ سوسائٹیز ایکٹ درحقیقت ایک ایسا قانون ہے جس کے تحت آپ کوئی ایسی سوسائٹی بنا سکتے ہیں ؛ پرائیویٹ ادارہ بنا سکتے ہیں کہ جس میں آپ کو کوئی بھی کام کرنا ہو ؛ آپ کو تعلیم دینی ہو ؛ آپ کو کوئی رفاہی کام کرنا ہو ؛ آپ کو اپنا کوئی تربیتی ادارہ قائم کرنا ہو، پیشہ ورانہ تعلیم وتربیت کرنی ہو یہاں تک کہ اگر کوئی آرٹس کونسل قائم کرنی ہو وہ سارے کے سارے پرائیویٹ ادارے اس "سوسائٹیز

ایکٹ‘‘ کے تحت رجسٹر ہوتے ہیں اور ہوتے چلے آرہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سوسائٹیز ایکٹ پرائیویٹ اداروں کو رجسٹرڈ کرنے کا ایک ڈاکخانہ ہے کہ جس کے ذریعے پرائیویٹ ادارے ایک قانونی حیثیت حاصل کرلیتے ہیں۔ اب وہ پرائیویٹ ادارے اپنے نظام کے تحت چلتے ہیں، ان کا اپنا ایک طریقہ کار ہوتا ہے ان کے جو کچھ عہدے دار ہوتے ہیں یا ان کے جو مجلس انتظامی کے لوگ ہوتے ہیں وہی اس کے تمام امور کے نگران ہوتے ہیں۔

ان کو مکمل اختیار ہوتا ہے کہ اپنی بنائی ہوئی سوسائٹی کے اندر جو چاہے کریں، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ رجسٹرڈ ہوجاتے ہیں جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان کا وجود قانونی طور پر تسلیم کرلیا جاتا ہے لیکن اپنے اندرونی معاملات میں وہ بالکل خود مختار اور آزاد ہوتے ہیں یا یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ہم خود مختار آزاد ہیں بلکہ جوں ہی اس میں رجسٹرڈ ہوئے تو مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے قوانین کے تحت اپنے نظام کے تحت اپنے ادارے کو چلا سکتے ہیں۔

دوسری طرف وزارت تعلیم جو ہے وہ حکومت کا ایک ادارہ ہے اور حکومت کے ادارے کے حیثیت سے وہ اپنے سارے تعلیمی نظام کو کنٹرول کرتا ہے، اس میں یونیورسٹیاں بھی آتی ہیں، اس میں کالج بھی آتے ہیں، اس میں اسکول بھی آتے ہیں جو سرکار کے تحت قائم ہوتے ہیں؛ تو وہ اس نظام کے پابند ہوجاتے ہیں۔ تو سادہ لفظوں میں اگر کہا جائے تو تقریباً یہ فرق ہے کہ اگر سوسائٹیز ایکٹ کے تحت کوئی ادارہ رجسٹرڈ ہے تو وہ پرائیویٹ ہے اور اس کو اپنے نظام کو چلانے کا مکمل اختیار حاصل ہے اور اگر کوئی کسی وزارت کے تحت وزارت کا حصہ بن گیا تو اس وزارت کے نظام کے اندر وہ آگیا۔

ہمارے مدارس کی بنیاد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے اس بات پر ہے کہ یہ پرائیویٹ ادارہ ہے اور اس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہمیں حکومت سے کوئی امداد چاہیے، نہ ہمیں حکومت سے کوئی پیسے چاہییں، نہ حکومت کی ہمیں مداخلت چاہیے۔ ہم اپنے طریقِ کار پر جو اکابر کا طریقہ کار چلا آرہا ہے اس کے تحت چلنا چاہتے ہیں۔ کسی ایسے ادارے کو ہم اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو ہمارے اندرونی نظام کے اندر دخل اندازی کرے، جو ہمارے طریقہ کار میں مداخلت کرے۔ جو کسی طرح بھی ہمارے مقاصد پر اثر انداز ہو، وہ ہم مدرسہ کو اس سے آزاد رکھنا چاہتے ہیں، اور یہ آزادی ہمیں سوسائٹیز ایکٹ کے تحت ملتی ہے کیونکہ وہ پرائیویٹ ہے۔ اس میں سارے ادارے پرائیویٹ ہیں وہاں سے تعلیمی ادارے اب بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں اس لیے کہ وہ پرائیویٹ ہیں اور پرائیویٹ طریقے سے اپنے نظام کے تحت چلنا چاہتے ہیں۔

ہمیں اس بات پر اس لیے اصرار ہے کہ وزارت تعلیم کے ساتھ اگر ہم منسلک ہوگئے؛ اور میری تو اوّل روز سے یہ ہی رائے ہے کہ ہم نے تو انتہائی دباؤ کے حالات میں اتنی بات تسلیم کی تھی کہ بھئی ہمارا ڈاکخانہ بدل جائے اور وہ

وزارت تعلیم کی طرف ہو جائے لیکن جو اندیشہ تھا اور جس کی بنا پر ہم وزارت تعلیم میں جانے سے پرہیز کر رہے تھے وہ اس وقت سامنے آ گیا کہ جس دن ہمارے ساتھ مذاکرات کے اندر ایک مفاہمتی یادداشت تیار ہوئی جس کو آج معاہدے کا نام دیا جا رہا ہے وہ درحقیقت اصطلاحی اعتبار سے ایم او یو ہے ''میمورینڈم او یو ایشن''۔

مفاہمتی یادداشت؛ قانونی اعتبار سے اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا صرف یہ بات ہوتی ہے کہ ابھی بات چل رہی ہے اس کے اندر کچھ چیزوں پر مفاہمت ہوئی ہے۔ ان سے مفاہمت کا ایک حصہ یہ تھا کہ ہمارے بینک اکاؤنٹ کھلیں گے، ہم خود مختار اور آزاد رہیں گے، دوسرا یہ کہ ہمارے غیر ملکی طلبہ جو ہیں ان کو داخلہ ملے گا، ویزے ملیں گے اور اس میں یہ بھی تھا کہ جب تک اس کے اوپر پوری طرح عمل نہیں ہوجاتا سوسائٹیز ایکٹ کے تحت جو مدارس رجسٹرڈ ہو رہے ہیں وہ اپنی جگہ رجسٹرڈ ہوتے چلے جائیں گے۔ لیکن جونہی یہ بات ہماری اس مفاہمتی یادداشت کی مرحلے میں ابھی تھی اسی کے ساتھ ایک ارب کا بجٹ بنا کر ایک ڈائریکٹریٹ قائم کر دی گئی جو ایک سابق ملٹری سابق فوجی میجر جنرل کے ماتحت تھی، اور اس کے لیے مختلف جگہوں پر دفاتر قائم کرنے شروع کر دیے گئے اور اس کے مطابق رجسٹریشن کا آغاز بھی کر دیا تو یہ مرحلہ تھا جس میں ہمیں اپنے اس نقطہ نظر کی بالکل وضاحت سامنے آ گئی جو ہم جو کہتے تھے کہ ہم تعلیم کے اندر جائیں گے تو ہم پھر کسی نظام کے اندر پھنس کر اس کے تمام ارشادات کے تابع ہوں گے۔ چنانچہ اگرچہ اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ ''مدارس اپنے نظام میں آزاد اور خود مختار رہیں گے'' یہ لکھا ہوا ہے اس کے اندر، لیکن آخر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وقتاً فوقتاً وزارت تعلیم کی طرف سے جو ہدایات آئیں گی مدارس ان کے پابند ہوں گے۔ تو ایک طرف یہ کہا ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہا ہے۔

ہم بالکل واضح الفاظ میں یہ بات کہہ دینا چاہتے ہیں کہ کسی حکومت کے ماتحت ہو کر ہم اپنے نصاب و نظام کو جاری نہیں رکھ سکتے اور ایسا رکھنا ہمارے لیے زہر قاتل ہے۔ ہم نے انجام دیکھے ہیں، ہم نے سعودی عرب دیکھا ہے، ہم نے امارات دیکھا ہے، ہم نے مصر دیکھا ہے، ہم نے شام میں دیکھا ہے؛ اور وہاں پر مدارس کو کس طریقے سے ختم کیا گیا مدارس کو کس طریقے سے دبایا گیا آج وہاں پر کوئی کلمہ حق کہنے والا موجود نہیں ہے یا ہو تو اس کی جگہ جیل ہوتی ہے یا اس کے اوپر تشدد کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ پاکستان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کے لیے بنایا اور پاکستان کو درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کا قلعہ بنایا ہے، تو یہاں ہم یہ صورتحال کسی قیمت برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے مدارس اور ہمارے علماء وہ اس طرح ہو جائیں کہ ان کے سامنے کچھ بھی ہوتا رہے اور وہ اپنی زبانوں کو بند رکھیں اور شیطان اَخرس بن کر زندگی گزاریں۔

لہٰذا یہ چاہے جب کسی بھی چیز کو گھیرنا ہوتا ہے تو شروع میں ساری پابندیاں عائد نہیں ہوتیں، شروع میں اس کے لیے دام ڈالا جاتا ہے، اس کے لیے دانہ ڈالا جاتا ہے، تو اس کے بعد پھر آگے جا کر اس کو کسی وقت میں گھیرا جاتا ہے۔ یہی طریقہ کار رہا ہے پوری تاریخ میں۔ تو اب اگرچہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ اپنے نصاب میں آزاد اور خودمختار رہیں گے لیکن اس کے باوجود ایک مرتبہ جب یہ اس دائرے کے اندر آ گئے اور اس میں یہ لفظ موجود ہے کہ وزارت تعلیم کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو ہدایات ملتی رہیں گی ان کے پابند ہوں گے۔

اب آپ دیکھیے آج کسی کی حکومت ہے کل کسی اور کی حکومت ہوگی وہ لوگ بھی حکومت میں وزارتِ تعلیم کے اندر آئیں گے جو کہہ رہے ہیں کہ مدارس جو یہ کہہ رہے ہیں کہ مدارس جو ہیں وہ جہالت کی یونیورسٹیاں ہیں جنہوں نے علی الاعلان یہ بات کہی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ مدارس تو یہ سکھاتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مذاق اڑا کر کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ کہ حالات جو آنے والے ہیں یہ پڑھانے والے ہیں یہ مدارس ہیں یہ دنیا کی موجودہ زندگی کے ساتھ کیسے چل سکتے ہیں؟! تو وہ لوگ بھی تعلیم کے نظام کے اندر آ سکتے ہیں۔ اور کل کو کون آتا ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا مدارس کو اس دائرے کے اندر لانے کے لیے ہم بالکل سختی کے ساتھ مخالف ہیں۔ چونکہ سوسائٹی ایکٹ پرائیوٹ اداروں کا ایک قانون ہے؛ اس لیے ہم پرائیویٹ مدارس کے طور پر کام کرنا چاہتے ہیں جس میں ہمارے کام میں کوئی مداخلت نہ ہو۔

ہم خود الحمدللہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں؛ وفاق المدارس پوری طرح باخبر ہے اور اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ ہمیں ایک عالم کو موجودہ دور کے اندر اپنا پیغام بہتر طریقے سے پیش کرنے کے لیے جن معلومات کی ضرورت ہے ہم اپنے مدارس میں وہ معلومات پڑھانا چاہتے ہیں، ہم اس لیے نہیں پڑھانا چاہ رہے جو ساری دنیا یہ بات کہہ کر کے یہ نامعقول بات کہتی ہے کہ یہ مدارس سے ڈاکٹر کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ اور اس سے لائر کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ اور اس سے انجینئر کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ اور یہ اسی ملٹری کے اندر کمیشن کیوں نہیں لیتے؟ اور اس بات کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں مدرسے کے لوگ جو ہیں وہ کمیشن لے چکے ہیں، وہ بریگیڈیئر بن چکے ہیں وہ کرنل بن چکے ہیں، ارے بھائی یہ مدرسہ کرنل اور بریگیڈیئر پیدا کرنے کے لیے نہیں تھا یہ قرآن وسنت کا علم محفوظ کرنے کے لیے تھا، عالم پیدا کرنے کے لیے تھا۔ یہ بتاؤ کہ پورے پاکستان کے اندر کون سے سرکاری ادارے کے اندر اسلام کی تعلیم دی جا رہی ہے؟ ہمارے ہاں حافظ اتنے پیدا ہو رہے ہیں کہ کسی مسجد کے اندر کبھی یہ اعلان نہیں سنا ہوگا کہ ہمارے ہاں تراویح پڑھانے کے لیے حافظ نہیں ہے حافظ ہمیں فراہم کیا جائے۔ حافظ زیادہ ہیں مسجدیں کم ہیں۔ کہاں سے پیدا ہو رہے ہیں یہ حافظ جو قرآن کریم کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور تراویح پڑھانے کے لیے

موجود ہیں؟ یہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ کسی کالج سے یا کسی یونیورسٹی سے یا کسی انسٹیٹیوٹ سے؟ یہ مدارس ہیں جو یہ سب پیدا کر رہے ہیں کوئی آدمی یہ بتائے کہ کیا اس معاشرے کی یہ ضرورت نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دینی مسئلہ پیش آ جائے تو اس کا جواب دینے والا کوئی موجود ہو؟ آج ساری دنیا دیکھ لیں کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی نکاح طلاق کا بھی مسئلہ پوچھنا ہوتا ہے، بیع وشراء کا بھی پوچھنا ہوتا ہے، نماز وروزے کا پوچھنا ہوتا ہے تو وہ کیا کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کے پاس جاتے ہیں؟ جس نے اسلامک اسٹڈیز میں ایم اے کی ڈگری لے رکھی ہے یا کسی ایسی یونیورسٹی کے پاس جاتے ہیں پروفیسر کے پاس جاتے ہیں جو اسلامک اسٹڈیز پڑھا رہا ہے؟ وہ اگر جاتے ہیں تو ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جن کے پاس قرآن اور حدیث کا؛ فقہ کا؛ اس کے اصول فقہ کا پورا علم ہے، ان کے پاس جاتے ہیں۔ کیوں جاتے ہیں؟ اس لیے کہ جانتے ہیں کہ صحیح علم ان کے پاس ہے!، دین ان کو صحیح طریقے سے آتا ہے!۔

یہ سارا کام مدارس اس لیے کر رہے ہیں۔ اور اس طرح کر رہے ہیں کہ ہم کسی کے تسلط کہ روادار نہیں ہیں، ہم وہ بات کہیں گے جو قرآن کہتا ہے، ہم وہ بات کہیں گے جو حدیث کہتی ہے، ہم وہ بات کہیں گے جو ہمارا دین کہتا ہے، اس کی وجہ سے ہم اس میں کوئی مداخلت کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے، اگر کریں گے تو ہم اپنے فرض منصبی میں زبردست کوتاہی کے اور اللہ اور رسول کے ساتھ جو ہم نے عہد کیا ہے اس سے غداری کے مرتکب ہوں گے۔

اس لیے یہ فرق ہے سادہ لفظوں میں کہ مدارس پرائیویٹ رہیں یا سرکار کے تحت رہیں سیدھی سی بات یہ ہے، پرائیویٹ رہیں یا سرکاری تسلط میں رہیں، بنیادی سوال یہ ہے تو کیونکہ سوسائٹی ایکٹ میں ہم پرائیویٹ طریقے پر کر رہے ہیں اس کا صنعت وتجارت سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کا تعلق ایک سوسائٹی سے ہے اس میں کچھ بھی ہو سکتا ہے وہ سوسائٹی کچھ بھی کر سکتی ہے۔ ایک ٹرسٹ ہوتا تو ٹرسٹ جو چاہے کر سکتا ہے، اسی طرح سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہو کر ایک سوسائٹی بنتی ہے اور سوسائٹی وہ اپنے نظام کے مطابق جو چاہے کر سکتی ہے، اور وزارت تعلیم میں جائیں گے تو ہم سرکار کے ماتحت ہوں گے۔

یہ ہماری گزارشات ہیں، یہ ہے ہمارا اصل مقصود، اور اس وجہ سے ہم اس پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ ڈٹے رہیں گے۔ وآخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!۔

دینی مدارس کی خدمات کیا ہیں؟

خطاب: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مرتب: جناب عبدالرؤف نفیسی

(۲۴ رنومبر ۲۰۲۴ء کو لیہ (پنجاب) میں عظیم الشان ''خدمات مدارس دینیہ'' منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں قائد وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے دینی مدارس کی خدمات کو پوری شرح وبسط کے ساتھ اجاگر کیا۔ یہ خطاب اس قابل ہے کہ اسے نہ صرف پڑھا جائے بلکہ اس میں موجود پیغام کو آگے بڑھایا جائے۔)

حضرت قاری صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا

بعد از خطبہ مسنونہ: حضرات علمائے کرام مشائخ عظام شیوخ حدیث ارباب مدارس دینیہ ذمہ داران جامعات اسلامیہ اساتذہ کرام طلبہ عزیز برادران اسلام بزرگان مکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج 21 جمادی الاولیٰ 1446 ہجری بمطابق 24 نومبر سنہ 2024 بروز اتوار قبل نماز عصر لیہ پنجاب پاکستان میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان ضلع لیہ کے زیر اہتمام خدمات مدارس دینیہ کانفرنس کے عنوان سے یہ عظیم الشان اجتماع منعقد ہو رہا ہے میں شکرگزار ہوں مدارس عربیہ پاکستان ضلع لیہ کے تمام ذمہ داران تمام مدارس دینیہ تمام جامعات اور جمعیت علماء اسلام پاکستان کے تمام ذمہ داران اور رُفقاء اور دیگر تمام تنظیمات اور افراد کا جنہوں نے اس کانفرنس کے انعقاد میں تعاون فرمایا، میں ان سب حضرات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکرگزار ہوں اور اس کا بھی شکرگزار ہوں کہ اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی دعوت دے کر اس سعادت میں شریک کیا۔ آج کی اس کانفرنس کا عنوان ''خدمات مدارس دینیہ کانفرنس'' ہے۔ دینی مدارس کی خدمات مختصر وقت میں بیان نہیں کی جاسکتیں، اگر میں یہ دعویٰ کروں تو غلط نہیں ہوگا کہ دینی مدارس کی خدمات کو شمار ہی نہیں کیا جاسکتا، دینی مدارس کی خدمات کو گنا نہیں جاسکتا، دینی مدارس کی خدمات کو مکمل بیان نہیں کیا جاسکتا، وقت کے اختصار کے پیش نظر اشاروں میں اجمالاً چند باتیں موجودہ حالات کی روشنی میں مدارس کے حوالے سے عرض کروں گا۔

دینی مدارس کی سب سے بڑی خدمت:

دینی مدارس کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے الحمدللہ قرآن کریم سنت رسول اللہ اور وحی الٰہی اور شریعت کے تمام علوم کو ان کے اصل اور ان کی مکمل اور حقیقی شکل میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ آج تک قرآن کریم کے علوم، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم، اللہ تعالی کی وحی کے ذریعے ملنے والے علوم اور شریعت اسلامیہ کے تمام علوم جو اپنی اصل اور مکمل شکل میں باقی ہیں اور محفوظ ہیں تو یہ اسباب کی اس دنیا میں دینی مدارس ہی اس کا ذریعہ ہیں اور دینی مدارس نے ان علوم کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا ہے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے، جانوں کے نذرانے پیش کیئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، تختہ دار پر لٹک گئے، سزائیں قبول کیں مگر قرآن وحدیث کے ان علوم کو ختم نہیں ہونے دیا ان کو غیر موثر نہیں ہونے دیا، انہیں کمزور نہیں ہونے دیا تو میرے دوستو اور بھائیو! یاد رکھیے کہ آج قرآن کریم کے تمام علوم، حدیث رسول اللہ کے تمام علوم، فقہ اسلامی کے تمام علوم اور شریعت اور اسلام کے تمام علوم اور تمام احکامات کا علم اگر باقی ہے تو وہ دینی مدارس ہی کی برکت سے ہے۔ یہ پہلی خدمت ہے ان دینی مدارس کی۔

دینی مدارس نے معاشرے کو دینی سروسز مہیا کیں:

دوسری خدمت یہ کہ انہوں نے اس معاشرے کو دینی سروسز مہیا کی ہیں۔ آپ کی مسجدیں انہی مدارس کی خدمات کی وجہ سے آباد ہیں، انہوں نے امت مسلمہ کو دین کے علماء اور رہنما تیار کر کے دیئے، انہوں نے آپ کو امام دیے، انہوں نے آپ کو خطیب دیے، انہوں نے آپ کو مدرس دیے، انہوں نے آپ کو مفتی دیے، انہوں نے آپ کو سیاسی قائدین دیے، انہوں نے آپ کو مذہبی رہنما دیے؛ جنہوں نے آپ کو مبلغ اور داعی دیے، جنہوں نے آپ کو مجاہد دیے اور انہوں نے آپ کو دینی رہنمائی کرنے والے حضرات دیئے، انہوں نے اپ کو مفکر اور دانشور دیے۔

الحمدللہ امت مسلمہ اور اسلامی معاشرے کی جو دینی ضرورتیں ہیں جو ان کی مذہبی ضرورتیں ہیں ان کے لیے رجال کار کا مہیا کرنا یہ دینی مدارس نے اپنے ذمے لیا اور الحمدللہ ان دینی مدارس نے آپ کو یہ افراد تیار کر کے دیئے ہیں۔ یہ ان مدارس کی دوسری خدمت ہے۔

دینی مدارس نے قوم کو متحد کیا:

دینی مدارس کی ایک خدمت یہ ہے کہ انہوں نے قوم کو متحد کیا، قوم کو وحدت کا پیغام دیا اور عملی طور پر قوم کو ایک قوم بنانے میں اپنا کردار ادا کیا اور کرتے رہیں گے۔ کراچی سے پشاور تک، کوئٹہ سے گلگت تک پورے ملک کے مدارس میں آپ دیکھیں گے کہ آپ کو ہر مدرسے میں وہ چھوٹا ہو یا بڑا، گاؤں کا ہو یا شہر کا، اس میں آپ کو پنجاب کے طلباء نظر

آئیں گے، خیبر پختون خواہ کے پٹھان طلباء نظر آئیں گے، آپ کو سندھ کے سندھی طلبہ نظر آئیں گے، آپ کو بلوچستان کے بلوچی طلباء نظر آئیں گے، آپ کو اردو بولنے والے مہاجر طلباء نظر آئیں گے، آپ کو ان میں سرائیکی بولنے والے طلبہ نظر آئیں گے، انہوں نے ایک ہی چھت کے نیچے ان تمام قوموں کو اکٹھا کر کے آپس میں محبت پیار اور وحدت کا پیغام دیا اور ان کو ایک قوم بنایا۔

آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ مدرسے میں پنجابی اور پٹھان کی لڑائی ہوئی اور سندھی غیر سندھی کی لڑائی پنجابی اور بلوچ کی لڑائی ہوئی۔ الحمدللہ انہوں نے وطن عزیز کی تمام قومیتوں کے درمیان محبت کو پیار کو وحدت کو فروغ دیا اور کراچی سے پشاور تک کا ہر مدرسہ عملی طور پر ہماری ملی اور قومی وحدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے قوم کو اکٹھا کیا ہے جنہوں نے قوم کو ایک لڑی میں پرویا ہے اگر میں یہ جملہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ میں اس کے پیچھے حقائق اور دلائل رکھتا ہوں، ہمارے حکمرانوں اور ان سے پہلے انگریزوں نے قوم کو تقسیم کیا ہے، اور اب بھی قوم کو تقسیم کرتے ہیں، جماعتوں کو تقسیم کرتے ہیں، تنظیموں کو تقسیم کرتے ہیں، وفاقوں کو تقسیم کرتے ہیں انہوں نے مہاجر غیر مہاجر سندھی بلوچی پنجابی کے نام پر قوم کو تقسیم کر کے آگ کا اور خون کا کھیل کھیلا ہے، انہوں نے آپس میں لڑائیاں کروائی ہیں لیکن مدرسے کے مولوی نے پنجابی پٹھان بلوچی اور سندھی مہاجر غیر مہاجر کو ایک چھت کے نیچے بٹھا کر پڑھایا بھی ہے اور اپنے ہاسٹل میں ایک کمرے میں رکھا بھی ہے ماشاءاللہ۔ مدارس کی یہ خدمت ہے جو انہوں نے قوم کو متحد کیا۔

دینی مدارس نے شرح خواندگی کو فروغ دیا:

ان مدارس کی چوتھی خدمت یہ ہے کہ مدارس نے ملک میں تعلیم کو اور شرح خواندگی کو فروغ دیا، آج بھی پاکستان میں کتنے ایسے پسماندہ علاقے ہیں جہاں کوئی پرائمری اسکول نہیں، ڈل اسکول نہیں ہے، ہائی اسکول نہیں ہے، کالج اور یونیورسٹی کا تو نام ہی نہیں ہے، وہاں کے لوگ تعلیم سے محروم ہیں لیکن مولوی اور مدرسے نے آپ کے تعاون سے اور اپنی مدد آپ کے تحت ایسے علاقوں میں مکتب بنائے مدرسے بنائے الحمدللہ؛ جہاں کوئی سرکاری سطح پہ تعلیم کا انتظام نہیں تھا وہاں پر مدرسہ موجود ہے اور وہ قوم کے بچوں کو تعلیم دے کر جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی مہیا کر رہا ہے۔ شرح خواندگی اور لٹریسی ریٹ میں اضافہ، جہالت کا خاتمہ اور علم کی روشنی کو عام کرنا اور پھیلانا یہ ان علماء اور مدارس کا کارنامہ ہے۔ آپ کتنے دُور دراز علاقوں میں جائیں، کتنے دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں جائیں، کتنے جنگلوں میں جائیں گے جہاں آپ کو کوئی سکول نظر نہیں آئے گا، نہ گورنمنٹ کا نہ کوئی پرائیویٹ ادارہ نظر آئے گا، مگر وہاں آپ کو دین کا مدرسہ نظر آئے گا یہ بھی ان کی خدمت ہے۔

جہاں اسکول کالج نہیں، وہاں بھی مدرسہ علم کی روشنی بانٹ رہا ہے:

اور پانچویں خدمت ایسی ہے جسے شمار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے قبائلی علاقوں فاٹا میں جہاں کے باغیرت مسلمان اپنی عورتوں اور بچیوں کو سکولوں کے حوالے کرنے پر تیار ہی نہیں ہیں ان کو اسکولوں پر اعتماد نہیں ہے، ان کو کالجوں پر اعتماد نہیں ہے، ان کے بچے علم سے محروم رہتے ہیں مگر ان مولویوں نے قبائلی علاقوں میں فاٹا کے علاقوں میں بھی دین کے مدرسے قائم کیے اور وہاں کے بچوں اور بچیوں کو بھی علم کی روشنی سے آراستہ کیا؛ اور ان کو جہالت کے اندھیروں سے نکالا۔ آج بھی آپ قبائلی علاقوں میں چلے جائیں وہاں آپ کو اسکول نہیں ملیں گے، کالج نہیں ملے گا، وہاں آپ کو دین کا مدرسہ ملے گا۔

مدارس نے خواتین میں تعلیم کو عام کیا:

چھٹی خدمت مدارس کی یہ ہے کہ انہوں نے عورتوں میں تعلیم کو عام کیا ہے، انہوں نے عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا ہے اور قرآن وحدیث کے علم سے آراستہ کیا ہے۔

میرے دوستو میں حقائق آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، کیا ہمارے اس وقت وفاق میں شامل لڑکیوں کے مدرسوں میں داخل لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے تین گنا زیادہ ہے اور ابھی جو ہمارے وفاق کے تحت امتحانات ہونے والے ہیں تقریبا ساڑھے چھ سے سات لاکھ طلباء اور طالبات امتحان دیں گے اس میں تین گنا طالبات کی تعداد طلبہ سے زیادہ ہے، پھر بھی کہتے ہیں مولوی عورت کی تعلیم کا مخالف ہے۔ اویس غنی جو گورنر تھے بلوچستان کے اس سے پہلے وزیر مذہبی امور تھے ملتان آئے میں انہیں وفاق کے دفتر لے گیا، میں نے انہیں 1990ء سے 2000ء تک 10 سال کے اعداد وشمار ان کو دکھائے 90ء میں اتنے طلباء اتنی طالبات اور 91ء میں اتنے ہمارے مدرسوں میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیاں تھیں یہ تناسب دیکھنے کے بعد اویس غنی کہنے لگے: مولانا حکومت اور تمام پرائیویٹ ادارے عورتوں میں تعلیم کو اتنی تناسب وشرح کے ساتھ نافذ نہیں کر سکے جتنا آپ کے مدارس کی شرح ہے۔ ہمارا تناسب گورنمنٹ سے زیادہ ہے۔ ہمارا تناسب پرائیویٹ اداروں سے زیادہ ہے۔ یہ انہی دینی مدارس کی خدمات ہیں کہ انہوں نے دینی تعلیم کو عورتوں میں عام کیا اور عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا؛ ورنہ عورتیں بالکل علم سے اور نا آشنا رہتیں۔

پاکستان کے آئین کی بنیاد علماء نے رکھی:

ان مدارس کا یہ کارنامہ بھی ہے کہ انہوں نے بے آئین پاکستان کو آئین دیا۔ کیا مطلب؟ پاکستان بننے کے بعد

سوال آیا کہ پاکستان کا دستور کیا ہوگا؟ پاکستان کا آئین کیا ہوگا؟ سب سے پہلے ہمارے اکابر نے کراچی میں اجتماع کر کے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سب سے پہلے قائداعظم کے ساتھ پاکستان کا جھنڈا لہرایا تھا اسی شبیر احمد عثمانی نے پاکستان کے چوٹی کے علماء کو کراچی میں بلا کر جمع کیا اور قرارداد مقاصد باہمی اتفاق و مشورے سے مرتب کی اور پاکستان کے آئین کی بنیاد اسی قرارداد مقاصد کے تحت مرتب ہوئی، پھر جب 1973ء کا آئین بن رہا تھا تو اس وقت بھی ہمارے مدارس کی معتبر شخصیات اور ہمارے اکابر مفکر اسلام حضرت مولا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے کرام نے 73ء کے آئین کو متفقہ بنانے میں اپنا اہم کردار ادا کیا، اگر یہ علماء نہ ہوتے تو 73ء کا آئین کبھی بھی متفقہ نہ بن سکتا۔ انہی علماء نے 73ء کے آئین میں پاکستان کے قیام کے بنیادی مقاصد کو اسلامی دفعات کی شکل میں شامل کروایا؛ پھر 1974ء میں نظریہ پاکستان کے تحفظ کی بات آئی ختم نبوت کے منکرین کا معاملہ پارلیمنٹ میں پہنچا اور پارلیمنٹ سے باہر بھی تحریک چلی تو یہ دینی مدارس کی خدمات ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔ وقت نہیں کہ تمام حضرات کا نام لوں، تمام کے تمام دینی مدارس کے تیار کردہ عظیم فرزند ہی تھے۔ انہوں نے پارلیمنٹ کے اندر بھی ختم نبوت کا دفاع اور تحفظ کیا اور پارلیمنٹ کے باہر بھی ختم نبوت کا پہرہ دیا، وہ پارلیمنٹ کہ جس کے اندر سیکولر لوگ بھی تھے؛ انہوں نے بھی علماء کے دلائل سننے کے بعد کہا کہ حضور علیہ السلام آخری نبی اور پیغمبر ہیں اور حضور کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذّاب ہے، وہ دجال ہے، وہ اسلام سے خارج ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بھی مدارس دینیہ اور مدارس کے علماء کی خدمت ہے کہ انہوں نے ختم نبوت پر پہرہ دے کر اس حوالے سے قانون سازی کروائی۔

پاکستان میں غیر سودی بنکاری کی بات آئی غیر سودی بینکاری کا تصور آیا کہ ہمارے بینکوں سے سود ختم ہو، سودی کاروبار ختم ہو اب اسلام کا معاشی اور اقتصادی اور اس سود کا متبادل نظام پیش کیا جائے تو تب بھی کوئی سیاستدان نہیں کوئی مفکر دانشور کسی اور تعلیمی ادارے کا تعلیم یافتہ سامنے نہیں آیا، اگر کوئی سامنے آیا تو شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ صدر وفاق المدارس میدان میں آئے اور انہوں نے نہ صرف پاکستان کو بلکہ پوری دنیا کو بلاسود بینکاری کا متبادل نظام دیا یہ بھی انہی مدارس کی خدمت ہے۔

مدارس نے فرقہ وارانہ فسادات کے خاتمے میں اپنا کردار ادا کیا:

ان مدارس کی یہ خدمت بھی ہے کہ انہوں نے پاکستان سے فرقہ وارانہ فسادات اور دہشت گردی کے خاتمے میں اپنا کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ایک وقت تھا جب اس ملک میں فرقہ ورانہ فسادات اور قتل و

غارت عروج پر تھی، تب ملی یکجہتی کونسل بنی یہی علماء ہی تھے جو اس کونسل میں آئے اور انہوں نے اس فرقہ وارانہ فسادات اور قتل وغارت کی جو بیرونی اور اندرونی سازشیں تھیں ان کو بے نقاب کیا، نا کام بنایا اور ملک کے اندر امن اور استحکام کے قیام میں کردار کیا، ان تمام علماء کا تعلق بھی مدرسے سے تھا، یہ بھی ایک خدمت ہے۔

میرے دوستو اور بھائیو دہشت گردی کا خاتمہ پیغام پاکستان جس پیغام پاکستان کے ذریعے کہا گیا کہ اسلام کے نفاذ کے لیے اپنے ہی ملک میں مسلح جدوجہد ہتھیار اٹھانا اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس حوالے سے ملک میں امن قائم ہو دشمنوں کی سازش نا کام ہو اس کے لیے بھی علماء میدان میں آئے، اور انہوں نے پیغام پاکستان کے نام سے متفقہ اعلامیہ جاری کیا جس سے دہشت گردی کے خاتمے میں بہت بڑی مدد ملی۔

میرے دوستو اور بھائیو! بہت سی خدمات میں اور بھی بیان کر سکتا ہوں مگر میں اختصار کے ساتھ اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں آپ میری تائید کریں گے: میرا اور آپ کا رب کون ہے؟ جو جو کہتے ہیں میرا رب اللہ ہے بلند آواز سے کہیں "اللہ" میرا اور آپ کا رب کون ہے "اللہ" اللہ تعالیٰ ہی میرا اور آپ کا خالق ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں اس رب سے اس اللہ سے میرا اور آپ کا رشتہ جو اب تک جڑا ہوا ہے سچ بتائیں یہ کس نے جوڑا ؟ بلند آواز سے کہو مدارس کے ان علماء نے؟ ممبر و محراب کے وارث علماء نے وہ آپ کو بتاتے ہیں اللہ کون ہے؟

اور آپ جانتے ہیں کہ انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کو رب کہتا ہے علماء موجود ہیں میری پشت مضبوط ہے ان کی موجودگی میں کہتا ہوں، اللہ سے بھی رشتہ مدرسے کے مولوی نے جوڑا اور آمنہ کے لال سے بھی رشتہ مدرسے کے مولوی نے جوڑا، اور جب میں اور آپ کلمہ پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس میں اقرار کرتے ہیں کہ اللہ سے تعلق اور رشتہ بندگی کا ہے اور محمد رسول اللہ سے تعلق امتی کا ہے اور یہ رشتہ بھی مدرسے کے مولوی نے جوڑا ہے۔ عالم ارواح میں جو پہلا اجتماع تھا جس میں اللہ نے ہم سے اپنے رب ہونے کا وعدہ لیا، اس رب سے ہمارا تعلق سائنس یا انگریزی کی کتاب نے نہیں بلکہ قرآن نے بنایا، اور قرآن ہمیں مدرسے کے مولوی نے پڑھایا۔

اگر مدرسہ نہ ہوتا؟

اگر مدرسہ نہ ہوتا رب کا پتہ نہ ہوتا، اگر مدرسہ نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ نہ ہوتا، اگر مدرسہ نہ ہوتا دین کا پتہ نہ ہوتا، اگر مدرسہ نہ ہوتا اخلاق کا علم نہ ہوتا، اگر مدرسہ نہ ہوتا جنت کا علم نہ ہوتا، جہنم کا علم نہ ہوتا، اگر مدرسہ نہ ہوتا آخرت کا علم نہ ہوتا۔ قرآن کا آغاز بھی رب کے تعارف سے ہوا اور قبر میں بھی رب کے تعارف کے بارے پوچھ ہوگی اور یہ علم مدرسہ سے ملتا ہے اور دوسرا اجتماع انبیاء کا ہوا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا گیا۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں انسان کی جو بنیادی ضرورت ہے اللہ سے تعلق اور اس کے رسول سے تعلق تو مجھے بتائیے کون سا نظام تعلیم اللہ اور رسول سے جوڑتا ہے سکول و کالج کا؟ یا مدرسے کا؟۔

مدارس رجسٹریشن میں رکاوٹ کون؟

میرے دوستو سنو آج 24 نومبر 2024 ہے اور ملک بھر میں جگہ جگہ مورچے۔ بنے ہوئے تھے پولیس کھڑی ہے وجہ یہ کہ ایک پارٹی نے احتجاج کا اعلان کیا ہے حکومت پریشان ہے کنٹرول مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں ہم سے ٹکر نہ لینا حکمرانوں سنو 26 ویں آئینی ترمیم میں مدارس دینیہ کی رجسٹریشن کا بل قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان نے منظور کروایا اور اس کی منظوری میں صدر وفاق المدارس شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور یہ فقیر مسلسل رابطہ میں رہے، اس بل پہ آج کے دن تک صدر نے دستخط نہیں کیئے، کیونکہ ان پہ اندرونی اور بیرونی آقاؤں کا دباؤ ہے، پھر کہتے ہیں مدارس رجسٹریشن نہیں کرواتے قومی دھارے میں نہیں آتے، ہم رجسٹریشن کا بل پاس کرواتے ہیں اور آپ اس کو روکتے ہو رکاوٹ تم ہو یا ہم؟ آئے دن چیکنگ کے نام پہ مدارس کو تنگ کیا جاتا ہے ان کے اکاؤنٹ کھولے نہیں جاتے اور جو کھلے ہیں وہ بند کیئے جا رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ہمیں پتہ چلنا چاہیئے کہ پیسہ کہاں سے آتا ہے؟ بنک اکاؤنٹ نہ کھول کر مدرسے کو بدنام کیا جاتا ہے۔

مدارس کے ساتھ یہ دوہرا رویہ بند کرو اور امتیازی سلوک ختم کرو، یہ تمہارے خیر خواہ ہیں، یہ چالیس سے پچاس لاکھ طلباء کو مفت تعلیم مفت کھانا مفت کتابیں اور رہائش اور علاج معالجہ کی سہولت مفت فراہم کرتے ہیں، تمہارے نظام تعلیم کی حالت یہ کہ تمہارے بچے لندن امریکہ کینیڈا اور چائنہ پڑھنے جاتے ہیں، ان مدارس کا احسان جانو کہ امریکہ برطانیہ چاینہ اور دیگر ملکوں کے بچے دینی تعلیم کیلئے پاکستان کا انتخاب کرتے ہیں۔

ایک پارٹی کی کال پہ تم پریشان ہوگئے، حکمرانو! تم سے ایک سیاسی جماعت کے کارکنان کنٹرول نہیں ہو رہے اسلام آباد کو کنٹینر لگا کر سیل کر دیا ہے حکمرانو! تمہاری کرپشن نے ملک کو دیوالیہ کر دیا ہے، مہنگائی آسمان تک جا پہنچی ہے ہم نے تم سے آج تک ایک پیسہ نہیں لیا، ہم عوام کے تعاون سے چل رہے ہیں، ہم تمہارے اوپر کوئی بوجھ نہیں ہیں اگر ہمارے ملک بھر کے مدارس میں بیٹھے ہوئے ابابیل اسلام آباد کی طرف نکل پڑے تو تمہارے لیئے روکنا مشکل ہو جائے گا۔

ہر ہنر مند اپنا ہنر بیچتا ہے، لیکن مولوی اپنا علم نہیں بیچتا:

مدارس کی خدمات تو دیکھو پچھلے سال ہم نے قوم کو ایک لاکھ سات ہزار قرآن کا حافظ دیا ہے اگر ہم اس سال

اعلان کردیں کہ آنے والے رمضان المبارک میں ہم کوئی حافظ کوئی قاری سرکاری مساجد کونہیں دینگے،حکومت خود سے حفاظ کا انتظام کرے تو مجھے بتاؤ کسی مسجد میں تراویح ہوگی؟ قیام پاکستان سے آج تک تم نے ایک عالم قاری مفتی تیار نہیں کیا مگر مدارس کے صرف ایک وفاق نے ایک سال میں ایک لاکھ دس ہزار حفاظ اور پینتیس ہزار علماء دیئے ہیں۔ یہ مدارس کی خدمات ہیں،تم نے قوم کو جو دیا ان کی بھی سن لو؛ وکیل کے پاس جاؤ پہلے فیس پھر کیس،ڈاکٹر کے پاس جاؤ پہلے فیس پھر علاج،انجینئر کے پاس جاؤ پہلے فیس پھر نقشہ،مگر عالم اور مفتی کے پاس جا کر مسئلہ پوچھو وہ فیس کا مطالبہ نہیں کرتا، ہر ایک اپنا علم بیچتا ہے مگر مولوی نے اپنا علم نہیں بیچا،اس کی قدر کرو یہ تمہارے ایمان اور دین کا پہریدار ہے۔

ڈرو اس وقت سے اگر تم نے علماء کرام اور مدارس کی دشمنی نہ چھوڑی تو تمہارا انجام عبرت ناک ہوگا، کیونکہ اللہ فرماتے ہیں جو میرے دوست ولی سے دشمنی کرے میں رب اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں علماء اور طلباء اللہ کے دوست ہیں اور ان سے دشمنی اللہ سے براہ راست جنگ ہے۔ ہم نے آج تک اپنے ابابیلوں سے اپیل نہیں کی اگر ہم کہہ دیں کہ مدارس کے طلباء سڑکوں پہ آجائیں تو پورا ملک جام ہو جائے گا،مگر ہم ملک کے خیر خواہ ہیں اس لیے مدارس کے معاملے میں عقل و ہوش کے ناخن لو۔

مدرسہ آپ کے دین وایمان کا چوکیدار ہے:

میرے دوستو! میں بس آپ سے یہی اپیل کرتا ہوں کہ مدرسہ آپ کے دین وایمان کا چوکیدار ہے آپ کیا سلامی تہذیب وتمدن ثقافت طرز زندگی کا عقائد کا،نظریات کا آپ کے نظام زندگی کا،عبادات کا،غیرت وحمیت کا چوکیدار ہے،ان کو مظبوط کرو،ان کا ساتھ دو،ان کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ،مدرسے کی حفاظت دین کی حفاظت ،مدرسے کی حفاظت ،قرآن وحدیث کی حفاظت ،مدرسے کی حفاظت اسلامی تعلیمات تہذیب وتمدن اسلامی روایات کی حفاظت ہے۔اس لیے مدرسے کا ساتھ دو،اپنے بچے یہاں بھیجو،پوری دنیا کی نظریں مدرسوں پہ ہیں، کیونکہ جب تک مدرسہ ہے دین باقی ہے ۔مولوی کو اس لیے بدنام کیا جاتا ہے تا کہ اس کا عوام سے رشتہ کمزور ہوجائے،اس عوامی رشتہ کومضبوط کرو، یہ تعلق مضبوط ہوا تو دشمن کی تمام چالیں اور سازشیں ناکام ہوجائیں گی ان شاء اللہ!۔اللہ تعالیٰ اس اجتماع کوقبول فرمائے وآخر دعوانا عن الحمدللہ رب العالمین۔

مدارس رجسٹریشن ایکٹ کے مندرجات

اردو ترجمہ کے ساتھ

''پاکستان گزٹ''

مندرجہ ذیل قانون، جو مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) نے منظور کیا اور صدرِ پاکستان کی منظوری مورخہ 27 دسمبر 2024 کو حاصل ہوئی، عوامی اطلاع کے لیے شائع کیا جاتا ہے:

چونکہ یہ ضروری ہے کہ 1860 کے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ (1860 کا ایکٹ XXI) میں درج ذیل طریقے سے مزید ترمیم کی جائے، لہٰذا یہ قانون درج ذیل طور پر نافذ کیا جاتا ہے:

1. مختصر عنوان اور آغاز:

(1) اس قانون کو ''سوسائٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) ایکٹ، 2024'' کہا جائے گا۔

(2) یہ قانون فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔ **2.** نیا سیکشن 21 شامل کرنا، ایکٹ 18601860 XXI کے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ (1860 کا ایکٹ XXI) میں سیکشن 20 کے بعد درج ذیل نیا سیکشن 21 شامل کیا جائے گا:

سیکشن 21: دینی مدارس کی رجسٹریشن:

1. ہر دینی مدرسہ، چاہے کسی بھی نام سے موسوم ہو، مندرجہ ذیل طریقہ کار کے بغیر کام نہیں کرسکتا:

(الف) وہ دینی مدارس جو ''سوسائٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) ایکٹ، 2024'' کے نفاذ سے پہلے موجود تھے اور رجسٹرڈ نہیں تھے، وہ اس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن حاصل کریں گے۔

(ب) وہ دینی مدارس جو ''سوسائٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) ایکٹ، 2024'' کے نفاذ کے بعد قائم ہوں گے، وہ اپنے قیام کے ایک سال کے اندر رجسٹریشن حاصل کریں گے۔

وضاحت: ایک دینی مدرسہ جس کے ایک سے زیادہ کیمپس ہوں، صرف ایک رجسٹریشن حاصل کرے گا۔

2. ہر دینی مدرسہ اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی سالانہ رپورٹ رجسٹرار کو پیش کرے گا۔

3. ہر دینی مدرسہ اپنے اکاؤنٹس کا آڈٹ کروائے گا اور اس آڈٹ کی رپورٹ رجسٹرار کو جمع کروائے گا۔

4. کوئی دینی مدرسہ ایسا مواد نہیں پڑھائے گا یا شائع کرے گا جو انتہا پسندی، فرقہ واریت یا مذہبی نفرت کو فروغ دے: **شرط:** یہ قانون مختلف مسالک اور اسلامی فقہ کے مکاتبِ فکر کی تعلیم پر پابندی نہیں لگاتا، بشرطیکہ وہ قرآن، سنت اور اسلامی فقہ کے مطابق ہوں۔ (باقی: صفحہ نمبر: ۴۳)

مدارس رجسٹریشن بل کے گزٹ جاری ہونے پر

اکابر وفاق کے تہنیتی پیغام

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمدللہ مدارس رجسٹریشن ایکٹ میں ترمیمی بل مدارس دینیہ کے مطالبے کے مطابق گزٹ ہوگیا۔اللہ تعالیٰ اس کو مبارک فرمائیں،آمین!۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کی مضبوط اور اصولی حکمت عملی،اتحاد تنظیمات مدارس کے متفقہ موقف اور سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب کی جدوجہد قابل صد مبارک باد ہے۔

پوری قوم کو مبارک باد ہو،اس کے نتائج بہترین ہوں،اور صوبوں کو بھی اس کے مطابق قانون سازی کی توفیق عطا ہو۔

قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم

سر پرست اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

میں پاکستان کے تمام دینی طبقے، بالخصوص اتحادِ تنظیمات ِ مدارسِ اور وفاق المدارس العربیہ کے تمام زمہ داران اور ان سے منسلک تمام مدارس کے ذمہ داران کو مدارسِ دینیہ کا دیرینہ مطالبہ منظور ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اس میں جس طرح حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ہماری ہر قدم پر رہنمائی کی ہم دل کی گہرائیوں سے ان کے شکرگزار ہیں۔یقینی طور پر اس پورے پراسس میں قانونی رہنمائی کے حوالے سے کامران مرتضی صاحب کا کردار بھی نا قابل فراموش ہے۔اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ، جمعیت علماء اسلام کے کارکنان اور مسلمانان پاکستان نے صرف مدارس کا مقدمہ ہی نہیں جیتا بلکہ انہوں نے اسی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے پاس شدہ اسی بل کو قانون کا درجہ دلوا کر پارلیمنٹ کی بالادستی اور آئین کی سپریمیسی کی جنگ بھی جیتی ہے جس پر سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلی مولانا محمد حنیف جالندھری نے مدارس ایکٹ کے حوالے سے نوٹیفکیشن جاری ہونے پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اِسے ملک بھر کے تمام مدارس اور مولانا فضل الرحمٰن کے اصولی موقف کی فتح قرار دیا، مولانا محمد حنیف جالندھری نے مدارس ایکٹ کو مدارس کے جملہ مسائل حل ہونے کی اساس اور بنیاد قرار دیتے ہوئے اسے درست سمت کی طرف پیش رفت قرار دیا۔ انہوں نے مدارس ایکٹ کے لیے شاندار خدمات پر مولانا فضل الرحمٰن اور ان کے تمام رفقاء بالخصوص سینٹر کامران مرتضیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری نے اتحاد تنظیمات مدارس کے تمام قائدین، وفاق المدارس کے ذمہ داران اور ملک بھر کے تمام ارباب مدارس بالخصوص صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کا شکریہ ادا کیا؛ جنہوں نے قدم قدم پر سر پرستی اور رہنمائی فرمائی، انہوں نے حکومتی تعاون اور حقیقت پسندی کو بھی خوش آئندہ قرار دیا۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا اتحاد تنظیمات مدارس میں شامل تمام وفاقوں اور ان کے قائدین کے اتحاد و یکجہتی کو مدارس کی حریت و آزادی کی بقا کا ذریعہ ہے اور یہ سفر اسی اعتماد و اتفاق سے جاری رہے گا۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ بات چیت اور مفاہمت کا راستہ اپنایا اور آئندہ بھی ہماری کوشش ہوگی کہ بات چیت کے ذریعے تمام مسائل حل کیے جائیں۔ مولانا جالندھری نے اس امید کا بھی اظہار کیا کہ جس طرح اس ایکٹ کا نوٹیفکیشن جاری کرنے میں حکومت نے حقیقت پسندی سے کام لیا اور اصولوں کا اعتراف کیا اسی طرح مدارس کی رجسٹریشن کے اگلے مراحل اور مدارس کے دیگر مسائل کے حل کے سلسلے میں بھی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور تمام امور خوش اسلوبی سے طے پا جائیں گے اور مدارس بارے محاذ آرائی اور کشمکش کا تاثر زائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

(بقیہ: مدارس رجسٹریشن ایکٹ کے مندرجات)

5۔ ہر دینی مدرسہ، اپنی وسائل کے مطابق، جدید مضامین کو مرحلہ وار اپنے نصاب میں شامل کرے گا۔

6۔ اس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کے بعد کوئی دینی مدرسہ کسی اور قانون کے تحت دوبارہ رجسٹریشن کروانے کا پابند نہیں ہوگا۔

7۔ ایک بار رجسٹرڈ ہونے کے بعد، کوئی دینی مدرسہ دوبارہ رجسٹریشن کے لیے مجبور نہیں ہوگا جب تک کہ یہ قانون نافذ ہے۔

وضاحت: اس سیکشن میں ''دینی مدرسہ'' سے مراد کوئی بھی مذہبی تعلیمی ادارہ یا جامعہ یا دارالعلوم ہے جو دینی تعلیم کے لیے قائم ہو اور قیام وطعام کی سہولت فراہم کرے۔

مقالات ومضامین

مدارس دینیہ کیلئے تاریخی دن

صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی

آج پاکستان کے ہزاروں مدارس اوران سے وابستہ لاکھوں افراد کیلئے یقیناً تاریخ ساز دن تھا۔مدارس رجسٹریشن ایکٹ کے نفاذ کا اہم ترین قانونی مرحلہ مکمل ہوا۔گزشتہ کئی روز سے جو مسلسل بدلتی صورتحال چل رہی تھی اس سے تمام حضرات بخوبی واقف ہیں۔ان چند دنوں میں جہاں مسلسل اجلاسوں اور مشاورتوں کا سلسلہ عروج پر تھا وہیں عملی کوششیں بھی جاری رہیں۔بعض دن ایسے بھی رہے کہ ہر گھنٹہ بعد کوئی نہ کوئی مسئلہ سامنے آجاتا جس کی ایک طویل داستان ہے۔جس پر ان شاءاللہ ضروری اور مفید احوال کی صورت میں لکھوں گا۔صدر پاکستان کی جانب سے مدارس رجسٹریشن ایکٹ کے نوٹیفکیشن پر 27/دسمبر کو ہو گئے تھے۔اور متعلقہ افراد کو منظور شدہ نوٹیفکیشن بھی موصول ہو گیا تھا؛ جبکہ اس سے قبل وفاقی کابینہ کے اجلاس میں منظوری کے بعد باضابطہ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کی جانب سے بھی نوٹیفکیشن کا اجراء کیا گیا۔مذکورہ دونوں مراحل کے بعد آخری مرحلہ ’’گزٹ نوٹیفکیشن‘‘ تھا،وہ بھی الحمدللہ 29/دسمبر 2024ء کی تاریخ میں ہو گیا۔جیسے ہی اس کا اجراء ہوا تو فوری طور ہم نے سوشل میڈیا پر شیئر کر دیا تاکہ اضطراب اور بے چینی کا خاتمہ ہو۔

ان ایام میں ہمارے سامنے عجیب قسم کے اتار چڑھاؤ،قانونی پیچیدگیاں اور موشگافیاں آتی رہیں۔جس کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ کئی نکات سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوا،اور یہ بھی حقیقت تھی کہ ہمارے بڑے جو اس اہم ترین مسئلہ کے اصل روح ورواں تھے وہ اپنی پیرانہ سالی اور امراض کے باوجود جہاں مستقل طور رہنمائی کرتے رہے تو دوسری طرف برادرم سینیٹر کامران مرتضیٰ اپنی ٹیم کے ہمراہ عملی کوششوں میں فعال رہے۔قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن حفظہ اللہ جو اس دوران علیل بھی رہے اور معالجین کی جانب سے سخت احتیاطی تدابیر کرنے کا بھی کہا گیا تھا۔مگر اس کے باوجود آپ اپنے فولادی عزائم،حسن تدبر،فراست وبصیرت سے مسلسل فکرمند اور جلد از جلد مسئلہ کو حل کرنے میں کوشاں رہے۔اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری حفظہم اللہ مستقل اسلام آباد میں مولانا اور کامران مرتضیٰ صاحب سے پل پل رابطہ کر کے خبرگیری کرتے رہے۔اور یوں تمام ضروری قانونی وآئینی معاملات طے ہوتے گئے۔

جہاں ایک طرف پس منظر میں یہ صورتحال تھی تو دوسری طرف الیکٹرانک وسوشل میڈیا پر مختلف باتیں اور نکات

زیر بحث رہے۔جس میں بعض سنجیدہ پہلو بھی سامنے آئے،اور ہم اپنی میڈیا کی ذمہ داریوں کوانجام دیتے ہوئے مذکورہ شخصیات سے رہنمائی بھی حاصل کرتے رہے۔سوشل میڈیا پر بعض غیر سنجیدہ عناصر کی طرف سے فیک نیوز،خلاف حقیقت باتوں سمیت رومرز بھی چلائے جاتے رہے۔جو کئی لوگوں کیلئے تکلیف اوراذیت کا باعث بھی بنا۔ایسے منفی پروپیگنڈہ کرنے والوں کورب تعالیٰ عقل سلیم کی دولت سے نوازے۔آمین!۔

پاکستان کے ان ہزاروں مدارس کی خوش بختی کہ ان کے دیرینہ قانونی مسئلہ کوحل کرنے کیلئے اتنی بڑی بڑی شخصیات نے اتنے بڑے معرکے میں ایک ہی اجتماعی فکری سوچ کے ساتھ متحرک اور سرگرداں ہوکرایک تاریخ ساز کارنامہ لکھ کرایک سنہری کردارکواپنے نام کیا۔اوررب تعالی نے ان کی مخلصانہ کاوشوں پرسرخروئی مقدر فرمائی۔ان عالی نسبتوں والی عبقری شخصیات نے ہر پلیٹ فارم پرجس یک جہتی اور یگانگت سے اتنے بڑے قانونی مرحلہ کو پایہ تکمیل تک پہچانے میں اپنا کلیدی وقائدانہ کردارادا کیاوہ ان لاکھوں افراداور ہزاروں اداروں کیلئے باعث سعادت ہے۔راقم کیونکہ ان ایام میں مسلسل ان مشاورتوں،نشستوں اورر ابطوں کا حصہ رہاہےاورکافی گہرائی اور گیرائی سے معاملات کا مشاہدہ بھی کیا۔اس وجہ سے جہاں اپنے بڑوں کے بڑے ظرف کودیکھاوہیں باہمی محبت ومودت کے کئی قابل رشک پہلو بھی سامنے آئے۔ابھی گزشتہ کل ہی کی بات ہے کہ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ انتہائی مصروفیات کے باوجوداچانک ملتان سے اسلام آبادتشریف لائےاورمولاناحفظہ اللہ کی مزاج پرسی وعیادت کی اور مفصل مشاورت کی۔اس کے فوری بعد کراچی تشریف لے گئے جہاں حضرت شیخ الاسلام حفظہ اللہ سے مفصل ملاقات کی اورتمام بدلتی صورتحال پرتبادلہ خیال کیا۔جبکہ دن میں کئی بارمولانااورحضرت شیخ الاسلام حفظہم اللہ بذریعہ فون رابطے میں رہتے،جبکہ یہی صورتحال برادر محترم کامران مرتضیٰ صاحب کی رہی جو ہمہ وقت حضرت شیخ الاسلام صاحب اورمولاناسے مستقل رہنمائی حاصل کرتے رہےاور ہم جیسوں کے سامنے بھی جوقانونی پہلوآتے تواس سے ہمیں بھی رہنمائی میسر رہی۔بہرحال ان احوال پران شاءاللہ تسلی سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔اگرچہ حتمی مراحل گزشتہ دودنوں میں طے ہوگئے تھےاورنوٹیفکیشن پردستخط بھی ہوچکے تھےمگر حتمی گزٹ نوٹیفکیشن آفیشلی طورپرآج ہی جاری ہوا۔آج اس دوران راقم قائدملت اسلامیہ حضرت مولانافضل الرحمٰن حفظہ اللہ کے گھرپرموجودرہا۔اورایکٹ کے نفاذ کےحوالہ سےکئی اہم امورپرمحبوب زمانہ شخصیت سےرہنمائی بھی حاصل ہوئی۔اس پرمسرت موقع پرمفصل نشست کے بعد راقم نے حضرت کوازبکی جبہ کاہدیہ پیش کیا۔ان کی والہانہ شفقت کہ قبول فرمایا،محبتوں بھرے جذبات اوردعاؤں سےنوازا۔اس دوران خیال آیاکہ شوگرفری مٹھائی بھی حضرت کوکھلائیں مگران کی شوگرکی نوعیت کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی مگرحضرت نے ہم کواس خوشی کےموقع پرنمکین اورمیٹھادونوں کھلایا۔(باقی:صفحہ نمبر:۵۰)

مدارس ایکٹ؛ چند ضروری باتیں

مولانا عبدالقدوس محمدی

مدارس کے حوالے سے جو صورت حال چل رہی تھی اس میں پردے کے سامنے اور پردے کے پیچھے جو کچھ چل رہا تھا اور دن بدن صورت حال جو رخ اختیار کر رہی تھی اس سے مکمل آگاہی کے باوجود دانستہ کئی دنوں سے خاموشی اختیار کیے رکھی؛ لیکن اب الحمدللہ اتحاد تنظیمات مدارس کے قائدین اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے موقف کے مطابق نوٹیفیکیشن کا اجراء ہو چکا اور مدارس رجسٹریشن بل ایکٹ بن چکا، اس موقع پر متعدد احباب نوٹیفکیشن اور آرڈیننس کے حوالے سے سوالات کر رہے ہیں اور بہت سارے مغالطے اور ڈھیر سارے مخمصے ہیں اس لیے چند امور پیش نظر رکھیے:

1- پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے جو بل پاس ہوا تھا اس کے بارے میں پہلے دن سے مولانا صاحب اور اتحاد تنظیمات مدارس کا موقف تھا کہ وہ بل ایکٹ بن چکا اس کا گزٹ نوٹیفکیشن جاری کیا جائے اس دوران نت نئے اعتراضات، پارلیمنٹ کا جوائنٹ سیشن بلانے کی تجویز اور دیگر کئی چیزیں سامنے آتی رہیں اور کئی فورمز اور مراحل پر یہ امور زیر بحث آئے لیکن مولانا مسلسل اپنے آئینی، قانونی اور اصولی موقف پر ڈٹے رہے، اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت اور تمام اصول پسند، منصف مزاج، حریت شعار لوگ مولانا کی پشت پر کھڑے رہے اور الحمدللہ اس اصولی موقف کو فتح حاصل ہوئی اور اس بل کو ایکٹ کا درجہ دے کر نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔

2- صدارتی آرڈیننس محض نظریہ ضرورت کے تحت جاری کیا گیا، جس طرح نظریہ ضرورت کے تحت وزارت تعلیم کی چھتری تلے مشرف دور کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو ڈائریکٹوریٹ کی جدید شکل دی گئی۔

3- پی ٹی آئی دور میں مدارس کے معاملات کو حل کرنے کے لیے جن امور پر اصولی اتفاق ہوا تھا جسے ابھی حالیہ دنوں میں کسی آسمانی صحیفے اور عمرانیہ معاہدے کے طور پر پیش کیا جاتا رہا؛ اسے حکومت نے اپنے متعدد اقدامات کے ذریعے عملاً کالعدم کر دیا تھا اور یہ اتفاق رائے یا معاہدہ کرنے والے سب فریق اس معاہدے کے بعد پی ڈی ایم دور کے متفقہ مسودہ قانون اور حالیہ ترمیمی بل کی شکل میں دو ایسے ناسخ لے آئے تھے جن سے اگر وہ معاہدہ تھا بھی تو منسوخ ہو چکا تھا؛ لیکن وہ لوگ جن کا اس معاہدے کے وقت نہ وجود تھا اور نہ ہی وہ اس کے فریق تھے وہ چھوٹے بڑے کی تمیز، اپنے پرائے میں فرق اور نفع نقصان کی پروا کیے بغیر اس معاہدے کا ڈھنڈورہ پیٹتے رہے۔

4-مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت کے پیش نظر دینی مدارس کی آزادی وخودمختاری اور حریت فکر وعمل ہے اور مدارس کی دور اندیش قیادت اور سیاست کے میدان کے شہسوار اور قانون سازی کی باریکیوں سے مکمل طور پر آگاہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب یہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ آرڈیننس وقتی ہوتے ہیں، نوٹیفکیشن ہوائی ہوتے ہیں، مدرسہ بورڈ کو مذہبی تعلیم کے ڈائریکٹوریٹ میں ڈھالنا آسان ہوتا ہے لیکن کسی بھی بل کو پارلیمنٹ اور سینٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور کروانا، اس پر صدر سے دستخط کروا کر نوٹیفکیشن کروانا اور بعد ازاں صوبائی اسمبلیوں سے منظوری کے بعد بننے والا قانون تبدیل کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا اور اس کی حیثیت کسی بھی ایم او یو یا معاہدے سے بڑھ کر ہوتی ہے-

5-اتحاد تنظیمات مدارس میں شامل مدارس اور بورڈز کے حوالے سے پی ڈی ایم کی حکومت میں بھی اتحاد تنظیمات مدارس یا مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف سے کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی اور اس وقت بھی اس بات پر سب کا اتفاق تھا کہ اتحاد تنظیمات مدارس کے مدارس اپنی آزادی وخودمختاری برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور سوسائٹیز ایکٹ کے تحت آزاد سوسائٹی کے طور پر رجسٹرڈ ہو کر اپنی مرضی اور آزادی سے کام کرنا چاہتے ہیں لیکن اتحاد تنظیمات میں شامل مدارس کے علاوہ کوئی بھی مدرسہ کسی وزارت کے ماتحت جانا چاہے یا کسی اور نظام کے تحت رجسٹرڈ ہونا چاہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اب بھی اس پر جو آرڈیننس جاری کیا گیا وہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی تجویز ہے نہ اتحاد تنظیمات مدارس کا مطالبہ یہ حکومت نے از خود اپنے چہیتے مدارس کو نوازنے کے لیے اور اپنی غلطی کو درست کرنے کے لیے جاری کیا-

حالیہ بل میں بھی دانستہ یا بدنیتی سے ایسی کوئی شق شامل نہیں کی گئی، معمول کے مطابق جیسے کسی بھی مسودے کی عبارت لکھی جاتی ہے کہ یہ قانون بنا دیا گیا اور اس کے تحت رجسٹریشن کروائی جائے گی اور ہر ادارہ اس کا پابند ہوگا ایک معمول کی کارروائی اور دفتری کارروائی کی روٹین کے مطابق ایسے الفاظ درج کیے گئے اس سے مراد کسی کا راستہ روکنا یا کسی بورڈ کو کام سے روکنا نہیں تھا جیسا کہ ڈاکٹر مشتاق صاحب نے اس پر تفصیل سے لکھا لیکن اگر کسی کو لگتا ہے کہ ایسا کوئی اضافہ اس کے خلاف کیا گیا تو اضافہ کرنے والوں کے خلاف مہم چلانی چاہیے تھی۔

اپنی توپوں کا رخ اتحاد تنظیمات مدارس یا مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف کرنا کسی طور پر بھی درست نہیں تھا اور خاص طور پر مدارس اور علماء کرام کے مابین جھگڑا کھڑا کرنا یا جھگڑے کا تاثر قائم کرنا قطعا مناسب نہ تھا-

6-مدارس کی موجودہ صورت حال میں بلاوجہ پیالی میں طوفان اٹھایا گیا اور یک طرفہ طور پر میڈیا مہم شروع کی گئی ۔دانستہ یا نادانستہ طور پر نائن الیون کے بعد مدارس کے بارے میں آنے والے بیرونی دباؤ اور انہیں حکومتی کنٹرول

میں دینے کی کوششوں کی پشت پناہی کی گئی۔

7-وقفے وقفے سے جو شوشے چھوڑے جاتے رہے کبھی کہا گیا کہ متفقہ ڈرافٹ تیار ہو گیا ہے اور اس کے مطابق قانون سازی ہو گی اور کبھی کیا کہا گیا، لیکن اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت نے دوٹوک موقف اختیار کیا کہ ایسے کسی ڈرافٹ کی ضرورت نہیں۔۔۔ پارلیمنٹ اور سینٹ کا جوائنٹ سیشن بلانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی مدارس کے بارے میں کسی قسم کا پریشر یا پروپیگنڈہ قابل قبول ہے۔ ہر قیمت پر اسی ایکٹ کا نوٹیفکیشن جاری کیا جائے اور الحمدللہ وہ نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔

8-سوسائٹی ایکٹ کی سب سے اہم بات یہ کہ اس کے تحت رجسٹریشن میں یہ بات پوری وضاحت وصراحت سے درج کر دی گئی کہ اس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کروانے کے بعد کوئی مدرسہ کسی اور قانون کے تحت رجسٹریشن کروانے کا پابند نہیں اس بات سے وقف املاک ایکٹ اور چیرٹی ایکٹ سمیت جبر کے ماحول میں بننے والے دیگر قوانین اور اداروں کی گرفت سے بھی مدارس کو آزاد کروالیا گیا ہے۔ الحمدللہ!۔

9-مدارس ایکٹ کے حوالے سے اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت نے جس یکسوئی اور یکجہتی کا مظاہرہ کیا اور اتحاد تنظیمات مدارس اور جمعیت علماء اسلام کے مابین جس طرح کا باہمی تعاون، اعتماد اور ورکنگ ریلیشن دیکھنے کو ملا وہ خوش آئند ہے۔ یہ مسئلہ 8 دسمبر کے پشاور جلسے سے پہلے پہلے بھی تقریباً حل ہو چکا تھا لیکن مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اسے اتحاد تنظیمات مدارس کے اجلاس تک موخر کیا اور مدارس کے تمام وفاقوں کو جس طرح اعتماد میں لے کر ان کا موقف اور مقدمہ لڑا اس پر مولانا بجا طور پر تمام مکاتب فکر کی جانب سے خراج تحسین کے مستحق ہیں اور اتحاد تنظیمات مدارس کے اجلاس میں مفتی منیب الرحمن صاحب اور سینیٹر ساجد میر صاحب نے جن الفاظ میں مولانا کو خراج تحسین پیش کیا وہ تمام مکاتب فکر کے وابستگان کے دل کی آواز ہے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے سب سے بڑا بورڈ ہونے کے ناطے جس طرح تمام بورڈز کی قیادت اور میزبانی کی وہ وفاق المدارس کی درخشاں روایت ہے۔

10-سپریم کورٹ میں مبارک ثانی کیس ہو یا 26 ویں آئینی ترمیم اور اب مدارس ایکٹ پاکستان کے قومی منظر نامہ اور حکومتی ایوانوں میں دینی نظریے اور دینی طبقات نے کامیابی کی جو ہیٹرک کی ہے وہ اس گئے گزرے دور میں بلاشبہ ہم سب کے لیے سرمایہ افتخار ہے اور ہم بجا طور پر خوش نصیب ہیں کہ ہم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، مفتی منیب الرحمن صاحب اور سینیٹر ساجد میر صاحب جیسے اہل عزیمت کے عہد میں جی رہے ہیں اور اللہ کریم کے فضل وکرم سے ان کی صفوں میں کھڑے ہیں۔۔۔ اللہ رب العزت قیامت میں بھی اہل حق اور دین کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی صفوں میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین!۔

مقالات ومضامین

مدارس رجسٹریشن ایکٹ اور آرڈی نینس

ویل ڈن، مولانا صاحب!

ڈاکٹر محمد مشتاق

معروف ماہر قانون

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ مذاکرات کے بعد وزیر اعظم کے مشورے پر صدر آصف علی زرداری نے پارلیمان کے دونوں ایوانوں سے منظور شدہ سوسائٹیز رجسٹریشن ترمیمی بل 2024ء پر دستخط کر لیے ہیں اور اب اسے باقاعدہ اور مستقل قانون کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اس قانون کے چیدہ نکات پر میں پہلے ہی لکھ اور بول چکا ہوں، وہ باتیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ایک بات کی یاد دہانی ضروری ہے کیونکہ اس کے بعد ہی اگلی بات سمجھ میں آسکے گی جس کے لیے صدارتی آرڈی نینس جاری کیا گیا ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ اس مستقل قانون کی رو سے مدارس کی رجسٹریشن سوسائٹیز ایکٹ کے تحت کرنی لازم ہے اور اس کا اطلاق ان مدارس پر بھی ہوتا ہے جو ابھی وجود میں نہیں آئے، اور ان پر بھی جو وجود میں تو آئے ہیں لیکن انھوں نے ابھی نہ تو اس قانون کے تحت رجسٹریشن کی ہے، نہ ہی وزارتِ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی ہے۔ البتہ ان مدارس کا معاملہ مختلف ہے جو پہلے سے موجود ہیں اور انھوں نے وزارتِ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کی ہے۔

میرے فہم کے مطابق تو انہیں استثنا حاصل ہے، یعنی ان پر اس قانون کا اطلاق نہیں ہو گا، لیکن ان مدارس والوں کو اطمینان نہیں تھا، اس لیے میں نے یہ تجویز دی تھی کہ ان کے لیے ایسے الفاظ کا اضافہ کیا جائے کہ "خواہ انھوں نے رائج الوقت کسی بھی قانون کے تحت رجسٹریشن کی ہو"۔ شاگردِ عزیز رفیق اعظم بادشاہ کے ساتھ بنوریہ عالمیہ کے لیے اس موضوع پر پوڈکاسٹ میں اس ناچیز نے یہ بات بھی واضح کی کہ وزارتِ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کی گئی ہے اور یہ بہت بڑا خلا ہے۔ خیر، اس موضوع پر الگ سے گفتگو کی ضرورت ہے۔

اس وقت یہ بات ملاحظہ کرنے کی ہے کہ ان مدارس کو اس قانون کے اطلاق سے بچانے کے لیے فوری طور پر ایک صدارتی آرڈی نینس جاری کیا گیا ہے جس کے ذریعے اس قانون میں کئی ترامیم کی گئی ہیں۔ ان میں دو ترامیم بہت اہم ہیں:

ایک یہ کہ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کے لیے shall کا لفظ ختم کر کے may کر دیا گیا ہے، جس کا

نتیجہ یہ ہے کہ اب یہ رجسٹریشن لازمی نہیں ہے بلکہ اختیاری ہوگئی ہے؛ دوسری یہ کہ جو مدارس اس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کرنے کے بجائے کسی اور بندوبست (dispensation) کے تحت رجسٹریشن کرنا چاہیں وہ اس کے لیے آزاد ہیں اور وہ وزارتِ تعلیم کے ڈائریکٹریٹ برائے مذہبی تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کر سکتے ہیں۔ اس طرح مولانا فضل الرحمان صاحب نے یہ بات تو منوالی ہے کہ پارلیمان کا بنایا ہوا قانون ہی اصل اور مستقل قانون ہے، البتہ انھوں نے ان مدارس کے لیے جو اس قانون کے اطلاق سے بچنا چاہتے تھے، صدارتی آرڈی نینس کے ذریعے گنجائش مان لی ہے۔ تاہم یہ بات یاد رہے کہ آرڈی نینس ایک عارضی قانون ہے اور چار مہینے بعد اس نے ختم ہونا ہے، الا یہ کہ پارلیمان اسے منظور کرلے، یا پھر سے صدر اسے آرڈی نینس کے طور پر جاری کردے۔ اس سے دو اہم نتائج سامنے آتے ہیں:

ایک یہ کہ مولانا نے ان مدارس کے لیے جو گنجائش پیدا کی، اس پر ان مدارس کو مولانا کا شکرگزار ہونا چاہیے، لیکن آگے کا کام ان مدارس والوں نے خود ہی کرنا ہے؛ اب وہ یہ بہانہ بھی نہیں کر سکتے کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ کب قانون بنا اور ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپا گیا؛ دوسرا یہ کہ ایف اے ٹی ایف وغیرہ کا بہانہ محض بہانہ تھا؛ اصل میں ان مدارس کے لیے گنجائش پیدا کرنی تھی جو اس ایکٹ کے اطلاق سے بچنا چاہتے تھے اور وزارتِ تعلیم کے ڈائریکٹریٹ کے ساتھ رجسٹریشن چاہتے تھے۔ ان مدارس کو بچانے کی فکر ایف اے ٹی ایف کو نہیں تھی، تو کیا اب کیا یہ بھی بتاؤں کہ یہ فکر کن کو تھی اور کس نے اتنا عرصہ اس بل کو قانون بننے سے روکے رکھا؟

بہر حال، آخری تجزیے میں مولانا فضل الرحمان ہی اس معرکے کے فاتح ہیں۔ انھوں نے نہ صرف اپنے موقف کی حقانیت منوالی ہے، بلکہ اپنے خلاف موقف رکھنے والوں کے لیے بھی (عارضی ہی سہی) گنجائش پیدا کرلی ہے، اور پردے کے پیچھے چھپے اصل ایکٹروں کو بھی آشکارا کردیا ہے۔ ویل ڈن، مولانا صاحب!۔

(باقی: مدارس دینیہ کیلئے تاریخی دن:) نماز عشاء بھی ان کی اقتداء میں ادا کی اور پھر دوبارہ اس محبوب شخصیت کے ساتھ بیٹھک ہوئی۔ بہر حال تقریباً ڈھائی ماہ سے زائد عرصہ کی اس قانونی کاروائی کا ایک بڑا مرحلہ خوش اسلوبی سے مکمل ہوا۔ جس پر پاکستان کے ہزاروں مدارس اور ان سے وابستہ لاکھوں علماء وطلباء سے ملتمس ہوں کہ اس تاریخ ساز مرحلہ کی کامیابی و کامرانی پر رب تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں۔ اور اپنی ان عظیم ہستیوں کیلئے خوب سے خوب دعائیں کریں۔ آج ان پر مسرت لمحات اور والہانہ خوشی کے جذبات کو لکھنے کیلئے الفاظ بھی ساتھ نہیں دے رہے۔ اب رات کے اس پہر میں کچھ وقت میسر ہوا تو چند باتیں آپ احباب کیلئے لکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر ومشائخ کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور ان کی دین وملت کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔۔۔ آمین۔

خدمات مدارس دینیہ کانفرنس لیّہ

عبدالرؤف نفیسی

مدارس دینیہ اسلام کے قلعے ہیں، ان قلعوں میں قرآن وحدیث کے علوم اور وحی الٰہی کے احکام کو وقت کے راسخ علماء ومشایخ نے محفوظ بھی رکھا ہے اور آگے امت کو منتقل کرنے کا مربوط اور بااعتماد انتظام بھی کیا ہے۔

ان مدارس کی خدمات بے مثال، لازوال اور بے شمار ہیں۔ان کی خدمات کے اعتراف اور ان کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے 24 نومبر کو لیہ میں اپنی نوعیت کے منفرد عنوان ''خدمات مدارس دینیہ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کی تقریب کچھ یوں ہوئی کہ مدرسہ عثمان وعلی کے مہتمم مولانا محمد رشید گرمانی نے وفاق المدارس العربیہ لیہ کے مسئول قاری عبدالغفور رحیمی، جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ کے سابق امیر قاری محمد رمضان رحیمی، مولانا خالد محمود رحمانی، ملک محمد سیف اللہ شاہین سابق امیدوار صوبائی اسمبلی جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ، مولانا مفتی منظور احمد شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ کوٹ سلطان، مفتی ریحان فاروق جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام سٹی لیہ، حضرت مولانا مفتی عبیداللہ، مولانا محمد نعیم مولانا محمد اجمل ملک اعجاز احمد چھجڑا کو ساتھ لیا اور ملتان کیلئے رَختِ سفر باندھا۔

علماء وزعماء کا یہ قافلہ قائد مدارسِ دینیہ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان آیت الخیر مولانا محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان کے پاس جا پہنچا۔ملاقات کا اہتمام مولانا مفتی محمد قاسم معاون مسئول وفاق المدارس ملتان نے کیا تھا اور ملاقات کا مقصد مدرسہ عثمان وعلی لیہ کے سالانہ جلسہ کیلئے وقت لینا تھا۔قائد مدارس دینیہ نے 24 نومبر بروز جمعرات 2024 کا وقت دیکر شرط عائد کردی کہ پروگرام مدرسہ سے باہر کھلے مقام پہ عوامی نوعیت کا ہو جس کا اہتمام لیہ کے تمام مدارس دینیہ مل کر کریں اور عنوان ''خدمات مدارس دینیہ کانفرنس'' ہو۔

حضرت قاری صاحب مدظلہ کے حکم کی بجا آوری کیلئے ان حضرات نے واپس لیہ آکر ضلع بھر کے تمام مدارس دینیہ کے مہتممین اور سرکردہ علماء کرام کا ایک نمائندہ اجلاس لیہ کی معروف دینی درس گاہ مدرسہ اشرف المدارس لیہ میں طلب کیا جس میں ضلع بھر سے ذمہ داران مدارس دینیہ کو قائد وفاق المدارس العربیہ کا پیغام پہنچایا اور ایک عظیم الشان متفقہ مشترکہ ''خدمات مدارس دینیہ کانفرنس'' کے انعقاد اور اس کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرنے کے بعد شرکاء اجلاس سے رائے لی تو سب نے متفقہ طور پہ اس منفرد عنوان کے تحت کانفرنس کی منظوری دی اور مکمل تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی۔یوں کانفرنس کے تمام تر انتظامات کی ذمہ داری مولانا محمد رشید مہتمم مدرسہ عثمان وعلی قاری محمد رمضان

رحیمی سابق ضلعی امیر جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ قاری عبدالغفور رحیمی مسئول وفاق المدارس العربیہ پاکستان ضلع لیہ، مولانا خالد محمود رحمانی مولانا حبیب اللہ خان تحصیل امیر مفتی محمد ضیاء الحق مولانا ابوبکر خاکی ممبر امن کمیٹی ضلع لیہ اوران کے رفقاء کے کندھوں پہ آٹھہری چنانچہ ان حضرات نے اپنے بااعتماد رفقاء کو جمع کیا اور خدمات مدارس دینیہ کانفرنس کی تیاریاں شروع کردی فورکلر اشتہار فورکلر سٹیکر جاذب نظر فورکلر دعوت نامہ اور پینا فلیکس بننے شروع ہوئے۔

ضلع بھر میں احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جن میں پہلی ملاقات پیر طریقت ولی کامل حضرت مولانا غلام اکبر خان گرمانی نقشبندی مجددی مسند نشین خانقاہ نقشبندیہ کوٹ سلطان مہتمم مدرسہ سیدنا ابوبکر صدیق للبنات سے ہوئی حضرت نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور تعاون میں بھی اپنے مدرسہ کے نام کی لاج رکھتے ہوئے نہ صرف پہل کی بلکہ دیگر معاونین کی نسبت پہلا نمبر بھی حاصل کیا اور اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے دعائیں بھی کرتے رہے۔

کانفرنس کی کامیابی کیلئے رات دن ایک کرنے؛ بھرپور تعاون کرنے سے لیکر کانفرنس کے دن کے تمام تر انتظامات تک جن احباب نے اپنی خدمات پیش کی ان کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی، قاری محمد رمضان رحیمی سابق امیر جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ مولانا حسین احمد مدنی سابق جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام قاری عبدالغفور رحیمی ترجمان مدارس دینیہ مسئول وفاق المدارس العربیہ پاکستان ضلع لیہ، مولانا محمد رشید گرمانی مہتمم مدرسہ عثمان وعلی لیہ، مولانا محمد ابوبکر خاکی ممبر ضلعی امن کمیٹی ضلع لیہ، تحصیل امیر جمعیت علماء اسلام مولانا حبیب اللہ خان، جنرل سیکرٹری تحصیل لیہ مفتی ضیاء الحق، مولانا غلام مصطفیٰ سابق ڈپٹی سیکرٹری جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ، مولانا خالد محمود رحمانی، بھائی ملک سیف اللہ شاہین سابق سیکرٹری اطلاعات جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ محمد الیاس طاہر راجپوت ملک عبیداللہ جنجوعہ سردار اللہ نواز خان سرگانی ممبر مجلس عمومی ضلع لیہ خطیب ابن خطیب مولانا سمیع اللہ ربانی اور ان کی نوجوانان سیرت کمیٹی چوک اعظم سینیئر صحافی مہر در محمد کھیڑ، راقم الحروف مولانا عبدالرؤف نفیسی، سابق صدر پریس کلب چوک اعظم مولانا محمد رفیق امیر جمعیت علماء اسلام سٹی لیہ مفتی محمد ریحان فاروق جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام سٹی لیہ، ملک اعجاز احمد چھجڑا، مولانا محمد صفی اللہ، مولانا قاری محمد ایوب طاہر امیر جمعیت فتح پور و ممبر مجلس جمعیت علماء اسلام پنجاب کونسل، مولانا نصر اللہ، چوہدری محمد یاسین فتح پور مفتی سہیل کبریا، مولانا محمد عارف سہیل چوک اعظم، مولانا علی خان ترابی، مولانا مفتی صبغت اللہ سراج، ضلعی صدر تنظیم اہلسنت لیہ اور ان کی پوری جماعت مولانا محمد کاشف شہانی، قاری عبدالعزیز، قاری محمد قاسم عثمانی، سوشل میڈیا ٹیم ضلع لیہ، مولانا احمد مکی، قاری محمد ابوبکر رحیمی، قاری محمود الحسن، قاری محبوب الرحمن قاسمی، قاری محمد حسین معاویہ، قاری محمد نعمان خالد، مولانا سیف اللہ، شیخ عبدالحفیظ، شیخ محمد ابراہیم، قاری محمد یونس، مفتی عبدالغفار، قاری بشیر احمد، قاری فداء الرحمن، استاد القراء قاری عبدالقادر کروڑ، مولانا عبدالستار لسکانی والا،

مولانا مجیب الرحمٰن، قاری محمد عبداللہ رحیمی کوٹ سلطان شامل ہیں۔جنہوں نے ذمہ داران کے ساتھ مختلف اوقات میں ضلع بھر کے دورے کیئے ملاقاتیں کیں اشتہار لگائے، دعوت نامے تقسیم کیئے، مدارس اور علماء دین کے علاوہ سیاسی رہنماؤں، سماجی کارکنان، وکلاء، تاجران، صحافتی تنظیموں کے نمائندوں کو گھر گھر جا کر کانفرنس کی اہمیت بتائی اور شرکت کی دعوت دی۔

اس موقع پہ ایک انہونی یہ ہوئی کہ عین کانفرنس کے انعقاد کے دن 24 نومبر کو ہی پی ٹی آئی نے اسلام آباد میں اپنے احتجاج کا دن مقرر کیا تو پنجاب بھر میں دفعہ 144 کا نفاذ ہوگیا جلسے جلوسوں پہ پابندی لگ گئی، دریں اثنا کانفرنس کی تیاریوں اور اہتمام کو دیکھ کر بعض اپنے اور پرائے لوگ جو اس کانفرنس کی کامیابی سے خائف تھے وہ سمجھے کہ دفعہ 144 کے نفاذ سے ممکن ہے یہ کانفرنس اب نہیں ہوسکے گی تو ان کے من میں خوشی کے لڈو پھوٹنے لگے مگر ان کی خوشیوں کی ہنڈیا بیچ چوراہے اسوقت پھوٹی جب ضلعی انتظامیہ نے سفیر امن مولانا ابوبکر خا کی قاری محمد رمضان رحیمی مولانا محمد رشید گرمانی کی کاوشوں اور پیر طریقت مولانا غلام اکبر گرمانی نقشبدی کی دعاؤں اور یقین دہانی پہ کانفرنس کے انعقاد کی نہ صرف اجازت دی بلکہ مکمل سیکورٹی فراہم کرنے کا بھی وعدہ کیا۔اس پہ منتظمین کانفرنس کے چہرے اور دل خوشی سے کِھل اٹھے اور مخالفین روسیاہ ہوئے۔ بالآخر کانفرنس کا مبارک دن آ پہنچا، جلسہ کے آغاز کا وقت دن گیارہ بجے تھا، نماز ظہر اوّل وقت میں ادا کر کے جلسہ کی کارروائی شروع کر دی گئی سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا مفتی صبغت اللہ سراج ضلعی صدر تنظیم اہلسنت اور مولانا ابوبکر خا کی ممبر امن کمیٹی نے بہترین انداز میں ادا کیے۔ بروقت مہمانوں اور سامعین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا، دیکھتے ہی دیکھتے پنڈال اور سٹیج مہمانوں سے بھرتا چلا گیا۔پیر طریقت مولانا محمد عمر قریشی مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع کوٹ ادو، مولانا محمد اشفاق قاسمی مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع کوٹ ادو، مہتمم جامعہ مظاہر العلوم مولانا سعید اللہ ارشد مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع کوٹ ادو، ناظم اعلیٰ جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید مولانا حبیب الرحمن تونسوی مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع تونسہ، مولانا صفی اللہ نائب امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب و مسئول وفاق المدارس ضلع بھکر، شیخ الحدیث مولانا مفتی منیر احمد ضلعی امیر جمعیت علماء اسلام ضلع لیہ، قاری منور حسین ضلعی جنرل سیکرٹری اپنے رفقاء کے ساتھ تشریف لائے، پیر طریقت حضرت مولانا غلام اکبر گرمانی نقشبندی مجددی جن کی تشریف آوری کے بعد کانفرنس کی بقیہ کارروائی کی صدارت کا اعلان کیا گیا، خطیب اسلام صاحبزادہ حضرت مولانا سمیع اللہ ربانی چوک اعظم سے نوجوانان سیرت کمیٹی کے عہدیداران و رفقاء کے ایک قافلہ کے ساتھ تشریف لائے ضلع لیہ کے تاجر رہنما ضلعی صدر حاجی محمد اظہر خان ہانس سینئر نائب صدر ملک محمد مقسوم تھہیم تاجر رہنما شیخ حسنین صدر ڈسٹرکٹ پریس کلب

محسن عدیل چوہدری رانا خالد محمود شوق ضلعی جنرل سیکرٹری اپنی پوری ٹیم کے ہمراہ تشریف لایے ڈیوٹی پہ مامور تحصیل سالار جمیعت علماء اسلام حافظ نجم الدین اور قاری عبدالرشید نے اپنے رفقاء کے ہمراہ سکیورٹی کے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے۔ مہمانان گرامی کے استقبال کی ذمہ داری سردار اللہ نواز سرگانی، مولانا خالد محمود رحمانی، بھائی عبدالروف نفیسی ،قاری محبوب الرحمن رحیمی اور محمد حماد نفیسی کی تھی۔ مقررین کے جذباتی معلوماتی اور پر اثر بیانات موضع کا احاطہ کرتے سامعین کو محظوظ اور باخبر کر رہے تھے۔

کانفرنس سے خطاب کرنے والے علماء میں قائد پنجاب حضرت مولانا صفی اللہ سینئیر نائب امیر جمیعت علماء اسلام صوبہ پنجاب، مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع بھکر پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا محمد عمر قریشی صاحب، مسئول وفاق المدارس العربیہ ضلع کوٹ ادو خطیب ابن خطیب صاحبزادہ مولانا سمیع اللہ ربانی ،مولانا عبدالرؤف نفیسی ،مولانا مفتی ضیاء الحق ،مفتی محمد ریحان فاروق ،مولانا اصغر نعمانی ،مولانا صفی اللہ کروڑی شامل ہیں؛ جنہوں نے عنوان کے مطابق مدلل انداز میں مدارس دینیہ کی خدمات ضرورت واہمیت کو سامعین کے سامنے رکھا ،جبکہ عالمی شہرت یافتہ مداح رسول وصحابہ سید عزیز الرحمن شاہ اور شاعر اسلام ثناء خوان مصطفی سردار اللہ نواز سرگانی وعمر فاروق سرگانی برادران نے مدارس دینیہ کے عنوان پر خوبصورت نعتیہ کلام پیش کر کے سامعین سے داد تحسین حاصل کی۔ اسی اثنا میں مہمان خصوصی قائد مدارس دینیہ آیت الخیر حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ،صاحبزادہ مولانا احمد حنیف جالندھری، مولانا شمشاد احمد ناظم تعلیمات جامعہ خیر المدارس ملتان (واضح رہے کہ ناظم وفاق المدارس جنوبی پنجاب شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی بوجہ علالت کانفرنس میں شرکت نہ فرما سکے) جبکہ قائد وفاق کے ساتھ ملتان سے تاجر رہنماؤں رانا محمد ہاشم علی صدر انجمن تاجران اور محترم طاہر ڈوگر کے ہمراہ مخصوص راستہ سے اپنی گاڑی میں پنڈال میں داخل ہوئے ،ان کے رہبر اور منتظم کانفرنس ضلعی مسئول وفاق المدارس قاری عبدالغفور رحیمی اور ممبر امن کمیٹی مولانا ابوبکر خاکی تھے پنڈال اور سٹیج مہمانوں کی آمد پہ نعروں سے گونج اٹھا قاری محمد رمضان رحیمی مولانا رشید احمد گرمانی مولانا حسین احمد مدنی بھائی سیف اللہ شاہین اللہ نواز سرگانی عبالروف نفیسی نے استقبالیہ ٹیم کے ہمراہ اپنے معزز مہمانوں کا استقبال کیا، معزز مہمانوں کو سٹیج پہ لایا گیا تمام مجمع نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔

اس موقع پہ خدمات مدارس دینیہ کانفرنس کے منتظمین مہمانوں اور شرکاء جلسہ کو قائد مدارس دینیہ کی طرف سے ایک سرپرائز دیا گیا جو یقیناً اہلیان لیہ کے لیے اعزاز سے کم نہیں، حضرت قاری صاحب نے شیخ الاسلام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی سے فون پہ رابطہ کیا اور کانفرنس کے شرکاء سے مختصر خطاب کرنے کی استدعا کی جو قبول ہوئی اور حضرت **شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم** نے لائیو خطاب کیا، صاحبزادہ

مولانا احمد حنیف جالندھری نے اپنے موبائل سے مائک پہ آ کر مجمع کو سنایا۔

حضرت نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا معزز سامعین السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ! مجھے معلوم ہوا کہ اس وقت آپ حضرات لیہ میں ''خدمات مدارس دینیہ'' کے عنوان پر ایک کانفرنس میں جمع ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مدارس دینیہ کو اپنے دین کی حفاظت کا ذریعہ بنایا اور اس وقت اگر کوئی خیر کی بات ہو رہی ہے اور مساجد آباد ہیں تو یہ مدارس کا فیض ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دین کی نشر واشاعت کا کوئی بھی کام حکومت کی بنیاد پر نہیں ہو رہا۔ ہم دیکھ رہے ہیں یہاں کا نصاب تعلیم ایسا ہے کہ جس سے کسی بچے کو دین کی کم از کم بنیادی معلومات ہی مل سکیں اور نہ قرآن کریم کی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام ہے۔ اس کے باوجود الحمدللہ مدارس میں ایسا کام ہو رہا ہے کہ کسی کو شکوہ نہیں ہوتا کہ انہیں کوئی امام خطیب یا تراویح میں کوئی قاری میسر نہیں ہے۔ یہ ساری تیاری مدارس کے اندر ہو رہی ہے، نہ ہی کسی کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہمیں کوئی فتویٰ دینے والا اور سوالات کا جواب دینے والا کوئی میسر نہیں ہے۔ الحمدللہ انہی مدارس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوم کی رہنمائی کا عظیم فریضہ انجام دلوا رہے ہیں اور چونکہ یہ مدارس عام طور پر ہمارے ملک میں دین کی نشر واشاعت کا عام ذریعہ ہیں اس لیے غیر مسلموں نے جان لیا ہے کہ مدارس ہی اسلام کی ترقی کا ذریعہ ہیں، اسی وجہ سے وہ اس کوشش میں مصروف ہیں کہ کسی طرح ان مدارس کو ختم کیا جائے یا ان کی موجودہ شکل کو تبدیل اور غیر موثر کیا جائے کہ دین کی خدمت کا جو فریضہ اور اعلاء کلمۃ اللہ انجام دیا جا رہا ہے وہ نہ دیا جا سکے یہاں تک کہ یہ مدارس حکومت کے ماتحت اور غلام بن کر رہ جائیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے "انھم یکیدون کیدا و اکید کیدا" کہ ان کی تمام تر کوشش انہی مدارس کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپ حضرات الحمدللہ؛ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کا جو کام کر رہے ہیں اسی کی بدولت یہ دین محفوظ ہے اور ہمیں اس کے تحفظ کے لیے جو کچھ بھی کرنا پڑا وہ کریں گے؛ اور ان شاء اللہ تعالی اللہ تعالی اس دین کو باقی رکھے گا اور ان کے ذریعے جو دین کا کام ہے وہ جاری رہے گا، ان شاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکے گی، آپ حضرات پوری توجہ ودھیان کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہیں اور اپنے موقف پہ ڈٹے رہیں، ان شاء اللہ کامیابی آپ کی ہی ہوگی والعاقبۃ للمتقین! اس وقت میں تھکا ہوا بھی ہوں اور اتنی بات پہ اکتفا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کے مقاصد کو پورا فرمائے۔

حضرت شیخ الاسلام کے بعد صاحبزادہ **مولانا احمد حنیف جالندھری نائب مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان** کو دعوت

خطاب دی گئی آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا بزرگان محترم برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ چونکہ وقت مختصر ہے اور میں بھی آپ حضرات کی طرح اپنے والد محترم استاد محترم قائد محترم دامت برکاتہ عالیہ کی گفتگو اور خطاب سننا چاہتا ہوں، حکم کی تعمیل میں آپ سے چند گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں اس عظیم الشان کانفرنس کا عنوان "خدمات مدارس" یہ ایسا وسیع موضوع ہے کہ اس کو بیان کرنے کے لیے کافی وقت درکار ہے میں صرف ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں کہ جس سے اپ اندازہ لگائیے کہ غیروں کو بھی یہ اقرار ہے جب تک یہ بوریہ نشین لوگ مدارس کو قائم کیے ہوئے ہیں ہم اسلام کو ختم کرنے والا خواب کبھی بھی پورا نہیں کر سکتے شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمت اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی اور جانے یا نہ جانے لیکن ہمارا دشمن یہ ضرور جانتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے نکلنے والے طلباء وفضلاء نے دنیا میں کیا کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جس استاد محترم سے قران کریم پڑھا انہوں نے بھی جس مدرسے میں قران کریم کی تعلیم حاصل کی تھی وہ اس مدرسے کے عجیب و غریب قصے ہمیں سنایا کرتے تھے کہ پنجاب کے چھوٹے سے گاؤں میں مدرسہ رشیدیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم تھا اور اس معمولی سی بستی میں طلبہ کرام قرآن کریم کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے، مدرسے میں روٹی کا بندوبست بھی نہ تھا 10 میل پیدل چل کر جاتے اور روٹی کا بندوبست کرتے ہیں، اسی زمانے میں جب برصغیر پر انگریز کا طوطی بولتا تھا تو انگلستان یعنی برطانیہ سے ایک وفد آیا اور مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا اس بستی میں پہنچا ان کافروں نے جب مدرسے میں قرآنی تعلیم کو دیکھا اور اس انداز کو دیکھا تو واپس جا کر اپنے آقاؤں اور برطانیہ کے حکمران طبقے کو اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم پنجاب کے ایک معمولی سے گاؤں میں ہو کر آئے ہیں، ہم نے وہاں پر ایک ادارہ دیکھا ہے کہ جس میں اسلام کے پہلوان تیار کیے جا رہے ہیں اور ہمارا یہ تجزیہ ہے کہ جب تک اسلام کے ایسے ادارے بر صغیر میں قائم رہیں گے تو آپ کا اسلام کو ختم کرنے والا خواب کبھی بھی پورا نہیں ہوگا اور اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ یہ دینی مدارس اسلام کے پہلوان اسلام کے محافظ پیدا کر رہے ہیں، خدائی فوج تیار کر رہے ہیں، ہم اگر ان دینی مدارس کا جائزہ لیں تو بقول میرے والد محترم کہ مدرسے کی تاریخ اسلام کی تاریخ کے ساتھ شروع ہوتی ہے، ہم برصغیر میں آئیں اور ہم یہاں کی تاریخ کے اوراق کو کھنگالیں تو 1857 کی جنگ آزادی نظر آتی ہے جس میں صرف ایک دلی شہر میں تیس ہزار علمائے کرام کی لاشوں کو چوکوں چوراہوں اور درختوں پہ لٹکایا گیا تھا، اس ظلم وستم کے بعد جب ان مجاہدین علمائے کرام کی اولادیں یتیم ہوئی ان کی بیویاں بیوہ ہوگئی تو عیسائی ریاستی مشینری حرکت میں آئی، کیونکہ اب ان مجاہدین کے گھروں میں فقر و فاقے نے ڈیرے ڈال دیئے تھے انہوں نے گھر گھر جا کر ان سے کہا اپنے بچے ہمارے حوالے کرو ہم ان کو مفت تعلیم دیں گے ہم ان کو مفت کپڑے دیں گے ہم ان کو کھانا دیں گے

اور پھر انگریز کی حکومت میں ملازمت بھی دلوائیں گے، گویا انہوں نے یہ چاہا کہ ہم مجاہدین کے بیٹوں کو اپنے رنگ میں رنگ کر انہی کے خلاف کھڑا کر دیں گے اور اس کام کے لیے وسیع بجٹ مختص کیا گیا لیکن قربان جائیں دارلعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ پر جب ان کو یہ اطلاع ملی کہ ریاستی مشینری حرکت میں آچکی ہے اور عیسائی مشنریوں کی اتنی جرات ہوگئی کہ وہ ہمارے مجاہدین شہداء کے گھروں میں جا کر یہ آفر کر رہے ہیں کہ یہ یتیم بچے ہمیں دو ہم ان کو پڑھائیں گے لکھائیں گے کھلائیں گے اور پھر انگریز حکومت میں ملازمت بھی دلوائیں گے تو یہاں بھی مدرسہ سامنے آیا اور ایک چھوٹے سے گاؤں دیوبند سے آواز اٹھی اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجاہدین کی بیوگان کے پاس جا کر بھیک مانگتے ہوئے کہا کہ تم مجھے اپنے بچے دو میں ان کو کھلاؤں گا بھی، پڑھاؤں گا بھی، پہناؤں گا بھی، اور قرآن وسنت کے علوم سے آراستہ کر کے مجاہد کے بیٹے کو مجاہد بنا کر اس کے باپ کے قاتل فرنگی کے سامنے کھڑا بھی کر دوں گا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرت ریاستی مشینری اور عیسائی مشنری کے پیچھے تو بجٹ ہے؛ حکومتیں ہیں؛ ان کے پاس تو پیسہ ہے؛ آپ کے پاس کوئی پیسہ اور وسائل بھی نہیں، آپ نے اتنی بلند بات کیسے کہہ دی ہے؟ اگر انہوں نے اپنے بچے آپ کو دے دیے تو اپ کہاں سے کھلائیں گے؟ پڑھائیں گے؟ تو حضرت نانوتوی نے فرمایا بے شک اسباب کے اعتبار سے میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے لیکن اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور پھر چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ دنیا کے جس خطے میں آپ چلے جائیں گے اسی دیوبند سے نکلے ہوئے فرزندان نے نہ صرف یہ کہ اسلام کا پیغام پہنچایا بلکہ اسلام کا لوہا منوایا، اور آج کا فرنگی بھی یہ سمجھتا ہے شیطانی اور لادین طاقتیں یہ سمجھتی ہیں کہ یہ دیوبند کا فرزند ہمارے راستے میں رکاوٹ ہے، یہی وجہ ہے کہ آج دیوبند کا فرزند اِن کو کھٹکتا ہے، نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں یہی فرزند ہی کیوں کھٹکتا ہے؟ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کے پہلوان یہیں پر تیار ہو رہے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تم کسی تردد میں ہو یا شک میں مبتلا ہو اور تمہیں معلوم نہیں ہو رہا کہ حق کہاں ہے اور حق پر قائم رہنے والا طائفہ کون سا ہے تو ارشاد فرمایا تھا کہ تم دیکھو کہ باطل قوتوں کے تیر کس طرف ہیں باطل قوتیں کن لوگوں کو مار رہی ہیں؟ باطل قوتیں کن لوگوں کا راستہ روک رہی ہیں؟ تو جس طرف باطل کا تیر ہوگا حق پہ بھی وہیں ہوگا۔ اگر اج ہم دیکھیں تو تمام باطل قوتیں دیوبند کے فرزندوں کو مارنے پہ لگی ہوئی ہیں لیکن ان شاءاللہ جس طرح ماضی میں ہمارے اکابر نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اس دین کی حفاظت کی بخدا اگر وہ وقت آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پہ کوئی مشکل آئی تو ان شاءاللہ اپنے اکابر کی تاریخ کو دُہراتے ہوئے ہم بھی سب کچھ تج کر میدان کارزار میں آجائیں گے، لیکن اپنے دین پر کوئی سمجھوتا نہیں کریں گے، ان شاءاللہ!۔

ان کے بعد حضرت مولانا شمشاد احمد مدظلہ نے خطاب کیا اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا معزز حاضرین وسامعین السلام علیکم ورحمۃ اللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر تشریف لائے بخاری شریف کے شروع میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ سے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے سردی لگ رہی ہے پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنی پوری کیفیت بتائی اور یہ فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ میری جان چلی جائے گی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس پہ کہا "کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف وتکسب المعدوم وتعین علی نوائب الحق" کہا کہ اللہ کی قسم اللہ تبارک و تعالی اپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا اللہ اپ کی مدد ضرور فرمائیں گے اللہ تبارک وتعالی اپ کو بیار نہیں چھوڑیں گے اللہ کی مدد اپ کے ساتھ ہوگی بس میں اسی پر بات کر کے بیان ختم کرتا ہوں اس حدیث سے ایک ہی بات معلوم ہوئی کہ معاشرے کی خدمت کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بڑا وصف ہے دوسرا اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو ادمی معاشرے کی خدمت کرے تو اللہ اس کو کبھی بے یار مددگار نہیں چھوڑیں گے غور کرنا یہ مدارس دینیہ بھی معاشرے کی جو خدمت کر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے بچوں کو نہ صرف علم دین کی تعلیم دیتے ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مدارس رہائش خوراک علاج معالجہ کتب فراہم کرنے کے علاوہ تربیت بھی کرتے ہیں جس دولت کے تقسیم کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا سے بڑا سخی فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ ورسول اللہ ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر سب سے بڑا تو اللہ ہے اور انسانوں میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور آگے فرمایا میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے وہ جو علم حاصل کر کے اس علم کو تقسیم کرے اس کو پھیلائے اب میں نے عرض کیا اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ معاشرے کی خدمت کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اپ کا طریقہ ہے اور حضرت خدیجہ رض سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو آدمی معاشرے کی خدمت کرے اللہ انہیں تنہا نہیں چھوڑتے یہ مدارس معاشرے کی خدمت کر رہے ہیں اللہ کی مدد ان کے ساتھ تھی اور ہے اور دشمن جتنا کوشش کرے ان مدارس کو ختم نہیں کر سکتا اپ دیکھ رہے ہیں جیسے حضرت مولانا احمد حنیف فرما رہے تھے کہ دشمن کے تیروں کا رخ ہمیشہ ان مدارس کی طرف ہوتا ہے مدارس میں پڑھنے پڑھانے والوں کی طرف ہوتا ہے اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دین کے یہی چوکیدار ہیں جب کسی پر حملہ کرنا ہو کسی کی جان لینی ہو تو پہلے چوکیدار پر حملہ کیا جاتا ہے اس کو راستے سے ہٹایا جاتا ہے اس کے بعد مخلوق کو قتل کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا تو دشمن کی چال کو سمجھیں اور مدارس کو دین کا چوکیدار سمجھ کر ان کا ساتھ دیں۔

آخر میں مہمان خصوصی قائد مدارس دینیہ ناظم اعلی وفاق المدارس العربیہ پاکستان آیت الخیر قاری محمد حنیف

جالندھری دامت برکاتہم العالیہ کو دعوت خطاب سفیر امن ممبر امن کمیٹی قاری ابوبکر خاکی نے پر جوش انداز میں دی اور استقبالیہ نعروں میں مولانا سمیع اللہ ربانی نے جوشیلے انداز میں مجمع کو بیدار کیا۔

قائد وفاق المدارس نے بیان کے بعد اختتامی دعا بھی کروائی مزے کی بات یہ کہ ہزاروں کے اجتماع نے قاید وفاق کو آخری لفظ تک اطمینان سے سنا دعا کے بعد اذان عصر اور فوری نماز باجماعت ہوئی اور کانفرنس کے اختتام کا اعلان سن کر لوگ گھروں کو روانہ ہوئے ضلع لیہ میں اس عظیم الشان عنوان پہ منعقد کامیاب ترین کانفرنس کے بعد وفاق المدارس کے مسئول قاری عبدالغفور رحیمی قاری محمد رمضان رحیمی مولانا محمد رشید گرمانی پیر طریقت مولانا غلام اکبر گرمانی نقشبندی اور مولانا ابوبکر خاکی اور ان کے تمام رفقائے کار کو علماء کرام مہتممین مدارس عوام الناس اور دین پسند طبقہ کی طرف سے بے شمار مبارکبادیں اور دعائیں موصول ہوئیں احباب کا کہنا ہے اس طرز کی کانفرنس سالانہ بنیادوں پہ ہونی چاہیئے اور مبارک بادوں کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

(بقیہ: اجلاس اتحاد تنظیمات مدارس صوبہ خیبر پختونخوا)

اتحاد تنظیمات مدارس صوبہ خیبر پختونخوا کے صدر حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اتحاد تنظیمات مدارس میں پاکستان کے مدارس کے پانچ بڑے بورڈز شامل ہیں اور یہی پانچ بورڈ مدارس کے حقیقی ترجمان اور نمائندے ہیں۔اس وقت ملک میں دینی مدارس کی رجسٹریشن کا مسئلہ چل رہا ہے۔رجسٹریشن ایک قانونی تقاضہ ہے ہم اس ملک کے شہری ہیں ہم نے کبھی بھی رجسٹریشن سے انکار نہیں کیا ہے تاہم حکومتی پالیسیاں اس میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔مدارس کی رجسٹریشن سے متعلق 2019ء جو معاہدہ ہوا اس پر حکومت کی جانب سے عمل درآمد نہیں ہوا۔معاہدے کے باوجود مختلف ادارے ہم سے ڈیٹا کا مطالبہ کرتے ہیں گویا ہم صرف اسی کام کے لیے فارغ بیٹھے ہیں۔1954ء سے موجود بینک اکاؤنٹس بند کیے گئے حالانکہ معاہدے میں ان کو کھولنے کی بات ہوئی تھی۔ معاہدے میں غیر ملکی طلبہ کو نو سال تک ویزہ دینے کا وعدہ کیا گیا لیکن اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔2005 میں 1860ء کے ایکٹ میں ترمیم کی منظوری سینٹ،قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں نے دی۔ہمارا مطالبہ ہے کہ مدارس کی رجسٹریشن 1860ء کے سوسائٹی ایکٹ کی تحت کی جائے۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور سندھ مدرسۃ الاسلام وغیرہ بھی اسی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔

کارکردگی وفاق

اجلاس اتحاد تنظیمات مدارس صوبہ خیبر پختونخوا

مولانا مفتی سراج الحسن

مورخہ 14 دسمبر 2024ء بروز ہفتہ جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش پشاور صدر میں اتحاد تنظیماتِ مدارس صوبہ خیبر پختونخوا کا ایک اہم اجلاس صوبائی ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان وصدر اتحادِ تنظیمات مدارس صوبہ خیبر پختونخوا حضرت مولانا حسین احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی صدارات میں منعقد ہوا ۔جس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی عاملہ کے اراکین حضرت مولانا سید عبدالبصیر شاہ صاحب، حضرت مولانا حسن جان صاحب، حضرت مولانا سلمان الحق حقانی صاحب، حافظ داود فقیر صاحب ،وفاق المدارس السّلفیہ کے صوبائی مسئول مولانا عمر عبدالعزیز صاحب ، مولانا حزب اللہ مخبت صاحب، تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے مولانا ڈاکٹر عبدالناصر لطیف صاحب ،مولانا احسان اللہ جنیدی صاحب، رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان کے مولانا عطاء الرحمن صاحب ،مولانا صفی اللہ صاحب، وفاق المدارس الشیعیہ پاکستان سے علامہ نذیر حسین مطہری صاحب نے شرکت کی ۔

سب سے پہلے صدرِ مجلس حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے بھرپور شرکت پر تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور ایجنڈا اجلاس پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ اور موجودہ تمام تر صورت حال سے مجلس کا آگاہ کیا۔ اور آئندہ کے لائحہ عمل پر حاضرین سے مشورے اور تجاویز طلب کیں ۔تمام شرکاء نے مدارس کے اہم اور فوری حل طلب مسائل پر بروقت اجلاس طلب کرنے پر حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حضرت کے اس اقدام کو خواب سراہا۔

شرکائے اجلاس نے معاشرہ میں دینی مدارس کے خدمات اور کردار کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ دینی مدارس پوری ملت اسلامیہ کا سرمایہ ہیں۔ اس مادہ پرستی کے دور میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ کو جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ ہماری تاریخ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مدارس خالصتاً تعلیمی ورفاہی ادارے ہیں جہاں تعلیم کے سوا کچھ نہیں۔ مجموعی طور پر 35 لاکھ سے زائد طلبہ وطالبات یہاں مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔امیر وغریب کا فرق کیے بغیر ان جگہوں میں تعلیم کی شمعیں روشن کی ہیں جہاں پر ابھی تک حکومت کی رسائی بھی نہیں۔ مدارس قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے والے تعلیمی ادارے ہیں جو اسی معاشرے میں برسرزمین اپنی

خدمات جاری رکھے ہوئے ہیں اوران کی تمام خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔

دینی مدارس میں ملک وقوم کے خیرخواہ تیار ہوتے ہیں یہاں سے فارغ التحصیل علماء صرف مسلمانوں کے نہیں بلکہ پوری انسانیت کی بھلائی چاہنے والے ہوتے ہیں۔ دینی مدارس نے ہمیشہ ملکی سلامتی اوراحترام کی بات کی ہے یہاں امن وسلامتی، احترام انسانیت، محبت واخوت، ہمدردی اور حب الوطنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ دینی مدارس پاکستان کے آئین اوراس کی خودمختاری کے محافظ ہیں، تاہم اس سب کچھ کے باوجود جب مدارس کی انتہائی منفی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور مدارس کے بارے طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے۔

اجلاس کے تمام اکابرین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آج مدارس کے خلاف استعماری قوتیں متحد ہوچکی ہیں لیکن ہم اللہ کے فضل وکرم اور باہمی اتحاد واتفاق کے ذریعے سے مدارس کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنادیں گے۔ پاکستان میں دینی مدارس کو اتحادِ تنظیمات مدارس پاکستان کی صورت میں ایک مضبوط نیٹ ورک میسر ہے اور قرآن وسنت کی ترویج اور مدارس کے تحفظ کے لیے ہماری آواز ایک ہے۔ اکابرین نے اہل مدارس کو یقین دلایا کہ اتحادِ تنظیمات مدارس پاکستان مدارس کو درپیش جملہ مسائل سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ان کے حل کرانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ مدارس کی آزادی وخودمختاری پر کوئی سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ مدارس کا تحفظ دین اسلام اور عالم اسلام کا تحفظ ہے۔ ہم باہمی اتحاد واتفاق کے ذریعے مدارس کے خلاف کوئی کوشش وسازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

اکابرین اجلاس نے متفقہ طور پر مقتدر قوتوں سے مطالبہ کیا کہ اتحادِ تنظیمات مدارس پاکستان کے مرکزی رہنماوں کے ساتھ باہمی مشاورت سے دینی مدارس کو درپیش جملہ مسائل کا سنجیدگی سے حل نکالیں کیونکہ مدارس اسلام اور پاکستان کے چوکیدار ہیں، عقل مند قومیں اپنے چوکیداروں کو مضبوط کرتی ہیں نہ کہ کمزور۔ ہمارا ملک پہلے ہی سے سیاسی، معاشی، علاقائی مسائل اور بدامنی سے دوچار ہے ایسے میں وہ مزید مسائل کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ آخر میں تمام شرکاء نے مدارس کو درپیش جملہ مسائل ومشکلات کے حل کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اپنانے اور صوبہ خیبر پختونخوا میں اتحادِ تنظیمات مدارس کے پلیٹ فارم کو مزید مضبوط بنانے پر اتفاق کیا۔

مزید برآں اس موقع پر مشترکہ پریس کانفرنس بھی منعقد ہوئی جس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔:

(باقی صفحہ نمبر:۵۹)

دینی مدارس اور عربی وانگریزی!

محمد عرفان ندیم

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ دینی مدارس کے طلبہ اور نصاب و نظام کے حوالے سے اکثر متفکر رہتے تھے۔ 1926 میں انہوں نے بنگال اور آسام کے دینی مدارس کے لیے ایک نصاب وضع کیا تھا جسے معمولی حک و اضافہ کے ساتھ ہندوستان کے دیگر خطوں میں بھی نافذ کیا جا سکتا تھا۔ایک دفعہ سفر کے دوران ان کی ملاقات مولانا عبد الحمید فراہیؒ سے ہوئی۔ مولانا مدنیؒ آسام سے واپس آرہے تھے اور مولانا فراہیؒ برما سے تشریف لائے تھے۔ دونوں کی اچانک کلکتہ میں ملاقات ہوگئی۔ مولانا فراہیؒ مدرسہ سرائے میر کے ناظم تھے۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا:

”سنا ہے کہ آپ نے مدرسے سے انگریزی نکال دی ہے اور صرف عربی رکھی ہے؟“

مولانا فراہیؒ نے جواب دیا:

”انگریزی رکھی جاتی ہے تو غالب آجاتی ہے عربی پر۔ طلبہ کے دماغ سے عربی تو نکل جاتی ہے اور انگریزی اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ میں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے، اس لیے انگریزی کو نکال دیا۔“

انسانی نفسیات بتاتی ہیں کہ جہاں وقتی اور طویل المیعاد فوائد کو جمع کیا جائے وہاں انسانی نفسیات وقتی فائدے کو ترجیح دیتی ہیں اور اس کے حصول میں لگ جاتی ہیں۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کا فائدہ وقتی اور مسحور کن ہوتا ہے اس لیے جہاں دین اور دنیا کو اکٹھا کیا جائے انسانی نفسیات دنیا کی طرف راغب ہوتی ہیں اور دین کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں ۔مولانا فراہیؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

جن مدارس میں دینی علوم کے ساتھ دنیاوی علوم کو رکھا گیا وہاں طلبہ کی رغبت دنیاوی علوم کی طرف زیادہ ہوگئی کیونکہ انسانی طبعی طور پر دنیا کی طرف جلدی راغب ہوتا ہے اور دین کی طرف رغبت بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ دینی مدارس دینی تعلیم کے فروغ کا اہم ذریعہ ہیں اور دینی تعلیم کا فروغ کسی بھی مسلم معاشرے کے لیے روحانی اور اخلاقی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ دینی مدارس ایسے ادارے ہیں جو نہ صرف مذہبی تعلیم فراہم کرتے ہیں بلکہ معاشرتی اصلاح، اخلاقی تربیت اور روحانی بلندی کے مراکز بھی ہیں۔ موجودہ دور میں جب مادی ترقی اور دنیاوی

علوم پر حد سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے؛ خالص دینی مدارس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ کا مولانا عبدالحمید فراہیؒ کے ساتھ ہونے والا مکالمہ اس اہمیت کو بخوبی اجاگر کرتا ہے۔ مولانا فراہیؒ کے بقول انگریزی زبان طلبہ کے ذہن پر اس قدر غالب آجاتی ہے کہ عربی زبان اور اس کے علوم پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ انہوں نے تجربے کے ذریعے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر دینی مدارس کے طلبہ کو دینی علوم میں مہارت دلوانی ہے تو ایسے عوامل سے اجتناب کرنا ہوگا جو ان کی تعلیم کو متاثر کرتے ہیں۔

دنیاوی علوم کو شامل کرنا اگر طلبہ کے دینی مقاصد میں رکاوٹ بنے تو اس پر بھی نظر ثانی کرنا ضروری ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جدید علوم کی اہمیت کا انکار کر دیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ دینی تعلیم پر ان کا منفی اثر نہ پڑے۔ مولانا مدنیؒ اور مولانا فراہیؒ کے اس مکالمہ میں دینی مدارس کی پالیسی کے حوالے سے ایک گہری بصیرت موجود ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ جدید تعلیمی تقاضے دینی مدارس پر اس قدر اثر انداز ہو رہے ہیں کہ ان کا اصل مقصد پیچھے رہ گیا ہے۔

دینی مدارس کا اوّلین اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ طلبہ قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں گہرائی اور مہارت حاصل کریں اور ان کے ذہن دنیاوی خیالات اور مادی رغبتوں سے متاثر نہ ہوں۔ دینی مدارس کا مقصد محض کتابی علم دینا نہیں بلکہ اسلامی معاشرتی اصولوں پر ایسے تربیت یافتہ افراد تیار کرنا ہے جو اپنے علم و کردار سے معاشرے کو سنوار سکیں۔

موجودہ دور میں دینی مدارس کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سب سے بڑا مسئلہ دنیاوی علوم کے ساتھ دینی تعلیم کا توازن ہے۔ لازم ہے کہ ایسا نصاب ترتیب دیا جائے جو دینی مدارس کے طلبہ کو ان کی مذہبی، اخلاقی اور عملی ذمہ داریوں کے لیے تیار کرے اور انہیں جدید دور کے تقاضوں اور ضروریات کو سمجھنے کے قابل بنائے۔

دینی مدارس سماج کے وہ قلعے ہیں جو مادیت پرستی کے ماحول میں اسلام کی اصل روح کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ اسلامی تہذیب کے وہ آخری مورچے ہیں جن کے بعد الحاد و مادیت کے سیلاب کے سامنے کوئی نظریاتی یا عملی مزاحمت باقی نہیں رہے گی۔ اس لیے ہمیں مدارس کے نصاب و نظام اور پالیسی سازی کے لیے گہری بصیرت اور لانگ ٹرم منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ وقتی فوائد اور جدیدیت سے تاثر کی بنیاد پر کیے گئے فیصلوں کے نتائج خود دینی مدارس اور امت کے حق میں نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

اشتہار